"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

المصلح الموعودؓ

پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

آقا کا اپنے خدام سے خطاب

تلقین عمل — ذکرِ حبیب — علمی مقابلے — ورزشی مقابلے

۲۰-۲۱-۲۲ اخاء/اکتوبر ۱۳۵۷ہش / ۱۹۷۸ء

بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار

خدام الاحمدیہ کا چونتیسواں (۳۴) مرکزی سالانہ اجتماع
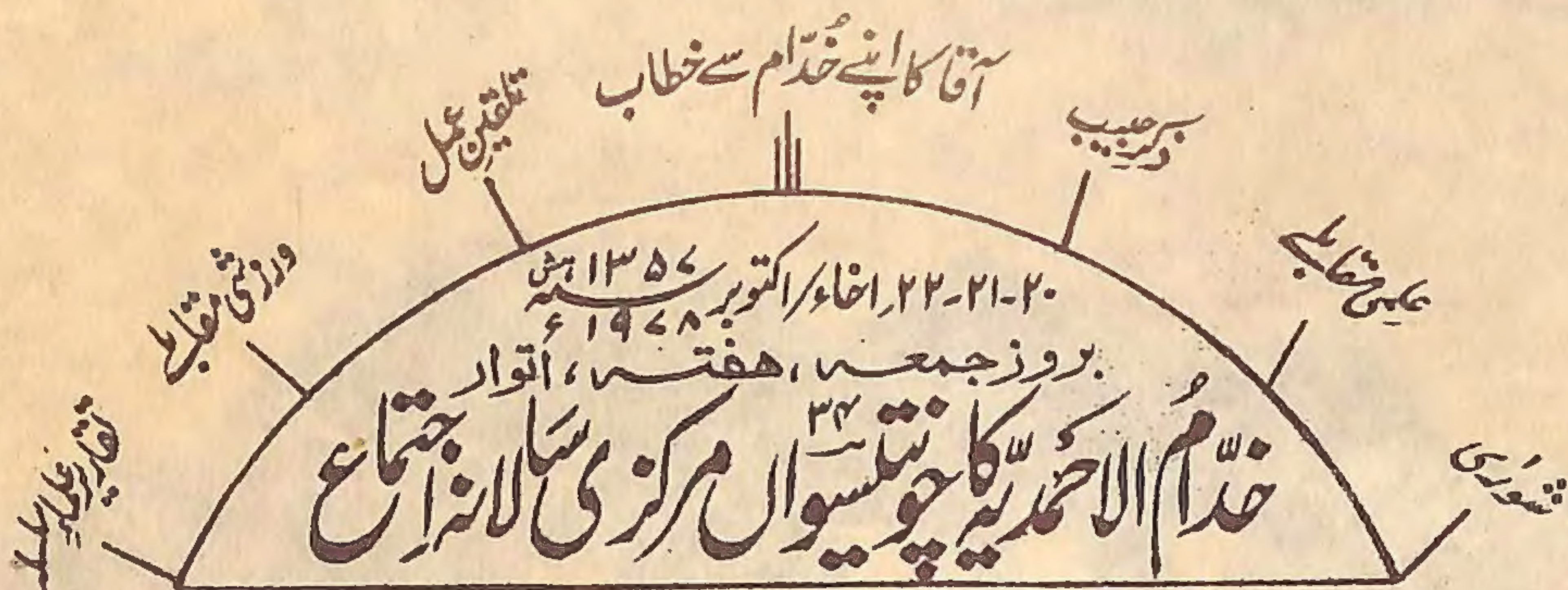
اجتماع کے مبارک ایام قریب سے قریب آرہے ہیں خدام اپنے اجتماع میں شمولیت کے لئے تیاری فرماویں۔ مرکز میں کثرت سے آئیں۔ نزدیک والے بھی آئیں اور دُور والے بھی آئیں اور الہام یَأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ کا مصداق بنتے ہوئے شوق و رغبت اور دلی دعاؤں سے اجتماع میں شرکت فرماویں۔

معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

اخاء ۱۳۵۷ہش
اکتوبر ۱۹۷۸ء

ایڈیٹر
حافظ مظفر احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فاستبقوا الخیرات

تیری عاجزانہ راہیں اسکو پسند آئیں ۔ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی ۔ (حضرت مصلح موعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

خالد

ربوہ

جلد ۲۵ نمبر ۱۱

اخاء ۱۳۵۷ ھش

اکتوبر ۱۹۷۸ء

ایڈیٹر

حافظ مظفر احمد

نائبین

محمد الیاس منیر ۔ سید حسین احمد

پبلشر ۔ محمد شفیق قیصر ۔ پرنٹر ۔ سید عبدالحیٔ ۔

مطبع ۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۔ مقام اشاعت

دفتر ماہنامہ "خالد" ۔ دار الصدر جنوبی ۔ ربوہ

فہرس

قیمت سالانہ دس روپے ۔ فی پرچہ ایک روپیہ

درس

ہمارا ایک اہم فرض

(القرآن)

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔

(سورۃ التوبہ آیت ۱۲۲)

(ترجمہ) اور مومنوں کے لئے ممکن نہ تھا۔ کہ وہ سب کے سب (اکٹھے ہو کر تعلیم دین کیلئے) نکل پڑیں۔ پس کیوں نہ ہوا کہ ان کی جماعت میں سے ایک گروہ نکل پڑتا تاکہ وہ دین پوری طرح سیکھتے۔ اور اپنی قوم کو واپس لوٹ کر (بے دینی سے) ہوشیار کرتے تاکہ وہ (گمراہی سے) ڈرنے لگیں۔

(الحدیث)

عن ابی قلابۃ قال حدثنا مالك قال اتینا النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن شببۃ متقاربون فأقمنا عندہ عشرین یومًا ولیلۃً وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحیمًا رفیقًا فلمّا ظنّ انا قد اشتھینا اھلنا او قد اشتقنا سألنا عمن ترکنا بعدنا فأخبرناہ فقال ارجعوا الی اھلیکم فاقیموا فیھم وعلموھم ومروھم وذکر اشیاء احفظھا اولا احفظھا وصلّوا کما رأیتمونی أصلّی فاذا حضرت الصلوٰۃ فلیؤذن لکم احدکم ولیؤمّکم اکبرکم۔

(بخاری کتاب الاذان باب الاذان للمسافر)

ترجمہ: حضرت ابو قلابہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں۔ کہ ہمیں حضرت مالکؓ نے بتایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہم چند (تقریباً) برابر کی عمر کے جوان تھے۔ بیس شب و روز ہم آپ کی خدمت میں رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نرم دل مہربان تھے۔ جب آپؐ نے خیال کیا کہ ہم کو اپنے گھر والوں

کے پاس (پہنچنے کا) اشتیاق ستا رہا ہے تو ہم سے ان کا حال پوچھا جن کو ہم اپنے پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ ہم نے آپ کو سب کچھ بتایا۔ پس آپ نے فرمایا کہ واپس لوٹ جاؤ۔ اور ان ہی لوگوں میں رہو اور ان کو تعلیم دو۔ اور (اچھی باتوں کا) حکم دو۔ اور چند باتیں آپ نے بیان فرمائیں (جن کی نسبت مالکؓ نے کہا کہ) مجھے یاد ہیں یا یہ کہا کہ یاد نہیں رہیں) اور جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھا کرو۔ اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے کوئی شخص اذان دے دے۔ اور تم میں سے بڑا تمہارا امام بنے۔

حضرت امام آخر الزمان علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ہم نے بار بار اپنے دوستوں کو نصیحت کی ہے کہ وہ بار بار یہاں آکر رہیں اور فائدہ اٹھائیں مگر بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ لوگ ہاتھ میں ہاتھ دے کر دین کو دنیا پر مقدم کر لیتے ہیں۔ مگر اس کی پرواہ کچھ نہیں کرتے۔ .... وہ لوگ جو یہاں آکر میرے پاس کثرت سے نہیں رہتے اور ان باتوں کو جو خدا تعالےٰ ہر روز اپنے سلسلہ کی تائیدیں ظاہر کرتا ہے نہیں سنتے اور دیکھتے۔ وہ اپنی جگہ کیسے ہی نیک، متقی اور پرہیزگار ہوں مگر میں یہی کہوں گا کہ جیسا چاہیئے انہوں نے قدر نہ کی۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ تکمیل علمی کے بعد تکمیل عملی کی ضرورت ہے اور تکمیل عملی بدوں تکمیل علمی کے محال ہے۔ اور جب تک یہاں آکر نہیں رہتے، تکمیل علمی مشکل ہے۔"

(الحکم ۱۷ ستمبر ۱۹۰۱ء)

پھر فرمایا:۔ "بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔ لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا ایک حصہ اپنی عمر کا اس میں خرچ کرنا ضروری ہے ..... سو اس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیئے۔ اور دعا کرنی چاہیئے کہ خدا تعالےٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو۔ کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے۔" (آسمانی فیصلہ صد ۱۲)

اے شاکیٔ زمانہ بیا پیش ما نشین
امن است در مقام محبت سرائے ما

منظومات

وطن سے دُور نوجوانوں کے لئے

"دیں کو دُنیا پہ بہر طور مقدّم رکھنا"

(جناب محمد صدیق امرتسری)

جا کے پردیس ہمیں بھول نہ جانا پیارے
نقش دل سے نہ محبت کے مٹانا پیارے

دل نہ ہرگز تو کسی کا بھی دکھانا پیارے
ہو سکے تجھ سے تو روتوں کو ہنسانا پیارے

دیں کو دنیا پہ بہر طور مقدّم رکھنا
بھول کر بھی یہ فریضہ نہ بُھلانا پیارے

شمع نیکی کی فروزاں ہے جو سینے میں ترے
اُس کو عصیاں کی ہوا سے نہ بُجھانا پیارے

دینِ اسلام کی تبلیغ ہے واجب سب پر
یہ فریضہ بھی دل و جاں سے نبھانا پیارے

پنجگانہ ہوں نمازیں سبھی بر وقت ادا
اس میں ہو کوئی تساہل نہ بہانہ پیارے

ہو حقیقت کی بھی دنیائے مجازی میں تلاش
کسبِ دُنیا ہی نہ مقصود بنانا پیارے

حُسنِ محبوبِ حقیقی ہی رہے پیشِ نظر
عارضی حُسن کے نرغے میں نہ آنا پیارے

لَوٹ کر آ نہیں سکتی کبھی عمرِ رفتہ
وقت بے سُود نہ اپنا تُو گنوانا پیارے

گھر نہ اُجڑے ترے ہاتھوں کوئی ہنستا بستا
کسی دشمن پہ بھی یہ ظلم نہ ڈھانا پیارے

جُزوِ ایمانِ مسلماں ہے وطن سے الفت
گا ہے گا ہے تُو یہاں لَوٹ کے آنا پیارے

جائے جس سمت بھی تُو لاج وطن کی رکھنا
حسنِ کردار سے شان اُس کی بڑھانا پیارے

خیر اندیشوں کی پہچان ہے دشوار بہت
رازِ دل اپنا کسی کو نہ بتانا پیارے

تحقیقی مقالہ

قرنِ اوّل کی ایک عبرانی نظم کا انکشاف

دُنیا کی بلند چوٹی سے ابنِ مریم اور مریم کا خطاب

(جناب شیخ عبدالقادر محقق - لاہور)

قرآن حکیم میں ہے کہ ابن مریم اور مریم دونوں کو اللہ تعالٰے نے ایک نشان بنایا - انہیں مصیبت سے نجات دے کر ایک بلند ٹیلے پر پناہ دی - یہ قرار وسکون کی جگہ ہے اور یہاں چشمے جاری ہیں - مزید فرمایا - مریم بنت عمران کو مومنوں کے لئے مثال بنایا گیا -

حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق تاریخ قدیم میں ایسے حوالے ملتے ہیں - کہ وہ کنعان سے ہجرت کر کے ہمالہ دیش میں آ گئے تھے - کیونکہ بنی اسرائیل کے اسباط ہندوستان کے شمال مغرب میں آباد تھے - لیکن مریم کے متعلق ایسا کوئی حوالہ نہیں ملتا - کہ وہ واقعۂ صلیب کے بعد کہاں گئیں؟

مریم اور ابنِ مریم کا وجود تاریخ عالم میں "اٹلانٹس" کی طرح ماضی کی پہنائیوں میں دفن ایک گہرا راز ہے -

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مریم اور ابن مریم اگر مشرق میں آ گئے تھے تو بلادِ مغرب کے نصاریٰ کو کیوں پتہ نہ لگا ، کہ وہ دونوں ہمالہ دیش کے سرسبز وشاداب بلاد میں چلے گئے ؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ رومی حکومت کے خوف کی وجہ سے ابتدائی عیسائی ایسی بات نوکِ زبان پر نہیں لا سکتے تھے - مثلاً وہ یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ رومی حکومت کا صلیبی ملزم رومی افسران اور رِبنا دید یہود کی آنکھوں میں دُھول جھونک کر صلیب سے زندہ اتار لیا گیا - ایک عرصہ گزرنے پر وہ اپنی والدہ کو لے کر کنعان سے بھاگ گیا - اور پارتھی سلطنت میں پناہ گزین ہے -

یہاں پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ رومی حکومت جب عیسائی ہو گئی - اس عہد میں ہجرت کا راز کیوں نہ کھلا ؟ آباءِ کلیسیا کو بھی پتہ نہ لگا کہ ابنِ مریم اور مریم کی کہانی صلیب سے کشمیر تک پھیلی ہوئی ہے ؟

اس اہم سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تو درست ہے کہ رومی دور میں ایسی بات کھلے بندوں

کھنا گردن زدنی کے مترادف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں واقعہ صلیب کے بعد کے حالات اور حضرت مسیح کے مکالمات سُریانی کلیسیا کے لٹریچر میں ملتے ہیں۔ کیونکہ سُریانی کلیسیا رومن حدود سے باہر ایڈیسیہ میں تھی۔ مثلاً سُریانی کلیسیا نے حضرت مسیح کے ۱۴۱ اقوال مرتب کئے ہیں۔ جن میں سے بیشتر صلیب کے بعد کے ہیں۔ ان اقوال میں حضرت مسیح کی ہجرت کا ذکر ہے۔ اسی طرح ابتدائی عیسائیوں کی سریانی نظمیں مرتب ہوئیں۔ ان میں بھی صلیبی موت سے نجات اور ہجرت کے اشارات ہیں۔

بدقسمتی یہ ہے کہ جب رومی، عیسائی ہو گئے اور ایڈیسیہ کی سُریانی کلیسیا، رومی کلیسیا کے تابع ہو گئی تو سُریانی کلیسیا کا اس نوع کا لٹریچر چرچ کے احتساب کی نذر ہو گیا۔

اب آیئے مغرب کی جانب۔ مصر اور دوسرے بلادِ مغرب کے باطنی عیسائی اس امر کے مدعی تھے، کہ ان کے پاس ایسے اسفارِ مخفیہ ہیں کہ جن میں صلیب کے بعد کی تعلیم درج ہے۔ یہ لٹریچر بھی ضبط کر لیا گیا۔ کیونکہ رومی کلیسیا کا سرکاری عقیدہ یہ تھا کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت ہو گئے۔ لوگوں کے گناہوں کا کفارہ ہو گئے وہ چونکہ اقنوم ثانی ہیں اس لئے آسمان پر چلے گئے اور خدا کے دا ہنے ہاتھ عرش پر بیٹھے ہیں۔ جب عیسائیت میں دور تعذیب شروع ہوا۔ اور چرچ کی طرف سے ممنوعہ لٹریچر کے جلانے کا حکم صادر ہوا۔ تو یہ نوشتے قبرستانوں اور مخفی جگہوں میں بند ہو گئے۔ اس طرح تاریخ کلیسیا کا ایک پورا باب نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

عصرِ حاضر میں اسفارِ مخفیہ غاروں، قبرستانوں اور پرانی پناہ گاہوں سے برآمد ہو رہے ہیں۔ ایک گونا تاریکی کا پردہ ہٹا ہے کچھ روشنی ہوئی ہے۔ مزید انکشافات ابھی ہونے والے ہیں۔ مثلاً تاریخ کلیسیا میں لکھا ہے۔ کہ دوسری صدی میں ہندوستان میں عبرانی نسل کے عیسائی موجود تھے ان کی تحویل میں عبرانی یا آرامی انجیل تھی۔ اس کا ایک نسخہ سکندریہ کا ایک عالم ہندوستان سے سکندریہ میں لے گیا۔ وہاں چرچ نے اسے ایسا غائب کیا کہ اٹھارہ سو سال گذر گئے اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ یہ امر خارج از امکان نہیں۔ کہ اس عبرانی انجیل کا کوئی نسخہ کشمیر یا دوسرے بلاد میں مل جائے یا پاپائے اعظم کی لائبریری کے خانہ ہائے درون سے دستیاب ہو جائے۔ اس طرح حقیقت حال منکشف ہو سکتی ہے۔

دوسری صدی میں ایک سُریانی عالم ٹیشن (TATIAN) نے یونانی اور عبرانی اناجیل کا ایک گلدستہ تیار کیا۔ چونکہ یہ شخص رومی حکومت کی حدود سے باہر ایڈیسیہ میں تھا۔ اس لئے اس نے اناجیل اربعہ کے علاوہ مخفی روایات اور عبرانی اناجیل سے بھی استفادہ کیا۔ ٹیشن کی مرتبہ انجیل

اتنی مقبول ہوئی کہ رومی حکومت کے باہر دریائے فرات کی حدود میں تمام کلیسیاؤں میں یہی انجیل پڑھی جاتی۔ جب اس علاقہ پر رومی کلیسیا کا تسلط ہوا تو اس انجیل کے دو سو نسخے علاقہ فرات کی کلیسیاؤں سے جمع کر کے جلا دیئے گئے اس انجیل کے بعض حوالے آباء کلیسیا کی کتابوں میں ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیح اپنی والدہ کو بھی ملے تھے۔ حالانکہ نئے عہد نامہ میں اس ملاقات کا کہیں ذکر نہیں۔

ایک جرمن عالم لکھتا ہے:۔

"نئے عہد نامہ میں یہ ذکر مفقود ہے کہ حضرت مسیح صلیبی موت سے جی اٹھے تو اپنی والدہ کو ملے تھے۔ لیکن ایک سریانی عالم افرائیم سائرس نے (چوتھی صدی میں) یہ بتایا ہے کہ اس نے دوسری صدی کی سریانی انجیل ڈطیشن کی مرتبہ "متوافق اناجیل اربعہ" میں کچھ ایسا لکھا ہوا پایا ہے کہ حضرت مسیح صلیب کے بعد اپنی والدہ کو ملے تھے۔ علاوہ ازیں اس ملاقات کے آثار دوسرے سریانی لٹریچر میں بھی ملتے ہیں۔"

قرنِ اوّل کے آخری ربع میں انطاکیہ کے بشپ مقدس اگنیشس IGNATIUS ہوئے ہیں ان کے متعلق بھی جرمن عالم لکھتے ہیں۔ کہ کلیسیا کے پاس (لاطینی زبان میں) دو مختصر خط ہیں۔ ایک اگنیشس نے مریم کو لکھا۔ اور دوسرا مریم کی طرف سے جواب ہے

New Testament Apocrypha by E. HENNECKE. P. 428-429.

روایت یہ ہے۔ کہ واقعہ صلیب کے چالیس سال بعد یوحنا حواری نے اگنیشس کو انطاکیہ کا بشپ مقرر کیا۔ اس عالم کا خیال تھا کہ حضرت مسیح اسی گوشت پوست کے جسم کے ساتھ آج بھی دنیا میں موجود ہیں۔

(اپوکرفل نیوٹسٹامنٹ از ایم۔ آر جیمس ص۲ ؟)

گویا ایک مکتبِ فکر مانتا تھا کہ قرنِ اوّل کے آخر میں حضرت مسیح اور مریم دونوں دنیا میں موجود تھے لیکن آباء کلیسیا کی حضرت مریم سے مراسلت بھی تھی۔

قرنِ اوّل کے عیسائیوں کی سریانی نظموں کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ سریانی کلیسیا کے لٹریچر میں سے یہ بیش بہا نوشتہ پندرہ سو سال تک غائب رہا۔ ۱۹۰۹ء میں سریانی عالم رینڈل ہیرس کو اتفاقاً مل گیا۔ یہ صحیفہ قرنِ اوّل کے عیسائیوں کی ۴۲ سریانی نظموں کا مجموعہ ہے۔ سریانی عیسائی، دریائے فرات کے پار، رومی حکومت کی حدود سے باہر رہتے تھے اس لئے ان نظموں میں نسبتاً حقیقتِ حال زیادہ روشن اور واضح ہے بعض نظمیں ایسی ہیں۔ کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام دنیا سے مخاطب ہیں۔ ان نظموں میں ہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت

نہیں ہوئے۔ ان کی حالت مشابہ بموت ہو گئی تھی زندگی ختم نہیں ہوئی تھی۔ اس حادثہ کے بعد ایک نئی زندگی پائی۔ اور وطن سے روانہ ہو گئے بنی اسرائیل کے قبائل ان کے ارد گرد جمع ہو گئے وہ ایک بلند چوٹی پر آباد ہو گئے۔ ایک جنّت ارضی میں ــ ان کی والدہ ان کے ساتھ تھی۔

شعر میں اشارے ہوتے ہیں۔ کنایہ اور استعارہ سے کام لیا جاتا ہے۔ اس لئے پس منظر کو کریدنے کی کوشش ہو۔ تو یہ استدلال اُبھر کر سامنے آجائے گا۔

ایک نظم عجیب و غریب ہے۔ اس میں پہلے فرستادۂ خدا کا ذکر ہے۔ کہ اسے دنیا کی ایک اونچی چوٹی پر پناہ دی گئی۔ وہاں ایک مقدس کنواری بھی ہے جو کہ لوگوں سے مخاطب ہے۔

اس نظم کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

حضرت مسیح کے متعلق لکھا ہے۔ کہ موت وہلاکت کو اپنے قدموں کے نیچے روند کر وہ ایک بلند چوٹی پر کھڑا ہو گیا۔ اس نے پورے زور سے اپنی آواز بلند کی۔ دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک۔ اور تمام ان لوگوں کو اپنی جانب کھینچ لیا۔ جنہوں نے اس کی تابعداری کی اور ان لوگوں میں کوئی بُرا آدمی نظر نہیں آتا تھا۔

حضرت مریم صدیقہ کے بارہ میں ہے۔

"بلکہ ایک بے لوث کنواری بھی کھڑی ہو گئی۔ جو کہ اعلان کرتی، پکارتی اور یہ کہتی تھی۔ کہ اے آدم کے بیٹو! اور اے بناتِ آدم! واپس آؤ اور راہِ فساد کو ترک کر دو۔ اور میرے قریب ہو جاؤ۔ اس طرح میں تم میں سما جاؤں گی۔ اور فساد اور برائی کے دائرہ سے تمہیں باہر نکال لوں گی۔ ...... میں تمہارے لئے ایک منصف اور حَکَم ہوں ...... جو میری صلاحیتوں کو بروئے کار لائے گا وہ ضرر سے بچ جائے گا۔ اور ایسے لوگ ایک نئی دنیا کے وارث ہوں گے۔ ابدی دنیا"

(ODES OF SOLOMON ODE NO 33)

اس نظم میں نہ صرف سورۃ المؤمنون کی آیت وَاٰوَیْنٰهُمَاۤ اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ۔ والا مضمون ہے بلکہ سورۃ تحریم میں جو مریم کی مثال مومنوں سے دی گئی) اس معنوی اور روحانی مقام کی طرف بھی اشارہ ہے

ان نظموں میں مزید ذکر ہے کہ بالآخر حضرت مسیح اور ان کے ماننے والے ایک فردوس میں بسا لئے گئے۔ جہاں ان کے انفاس اور ان کی مٹھاس نے درختوں کی کڑواہٹ کو ختم کر دیا اور وہ امن وچین سے خدا تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔

شائد کسی دوست کے دل میں خیال پیدا ہو۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے بعد حضرت مریم صدیقہ کے بطن سے اور اولاد بھی ہوئی۔ ان کو "کنواری" کیوں کہا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک نظم ہے نظموں میں محاورے اور استعارے کا التزام ہوتا ہے۔

انجیل کے محاورے میں مومنوں کو "کنوارے" کہا گیا ہے۔ اور وضاحت بھی کر دی گئی۔ کہ اس کے معنے "بے عیب" کے ہیں۔ (مکاشفہ ۱۴/۴)

پھر یہ امر بھی مدنظر رہے کہ باطنی فرقہ کے عیسائی یہ مانتے تھے۔ کہ حضرت مسیح کی ولادت کے بعد حضرت مریم کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ وہ تمام عمر بتولہ رہیں۔ چنانچہ ناج حمادی صحائف میں جو کہ مصر کے آثار سے نکلے ہیں ایک صحیفے کا نام "سچائی کی شہادت" ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش معجزانہ تھی۔ لیکن ان کی پیدائش اس پاکباز عورت سے ہوئی جو کہ بانجھ تھی۔ اور حضرت مسیح کی پیدائش بھی معجزانہ ہے۔ لیکن ان کی پیدائش ایک "کنواری" کے بطن سے ہوئی اور اس پیدائش کے بعد حضرت مریم دوبارہ بتولہ بن گئیں۔

(The Nag Hammadi Library in English. P. 411.)

زیر نظر سریانی نظم میں شاعر نے حضرت مریم کو ہر دو معنوں میں یا ایک معنی میں "کنواری" کہا ہے۔ لیکن یہ امر بالکل واضح ہے کہ حضرت مریم دنیا کی ایک بلند و بالا چوٹی پر حضرت مسیح کے ساتھ تھیں۔ اور وہ دونوں مشرق و مغرب میں اپنے ماننے والوں کو خطاب کر رہے تھے۔

قرآن مجید دنیا میں منفرد کتاب ہے جس نے یہ بتایا ہے۔ کہ مرد مومن کی مثال مریم بنت عمران سے ہے۔

قرآن حکیم نے فرمایا۔

"اور پھر اللہ مومنوں کی حالت مریم کی طرح بیان کرتا ہے جو عمران کی بیٹی تھی۔ جس نے اپنے ناموس کی حفاظت کی۔ اور ہم نے اس میں اپنی روح یعنی کلام ڈال دیا تھا اور اس نے اس کلام کی بھی جو اس کے رب نے اس پر نازل کیا تھا۔ تصدیق کر دی تھی۔ اور اس کی کتابوں پر بھی ایمان لائی تھی۔ اور (ہوتے ہوتے ایسی حالت پکڑ لی تھی کہ) اس نے فرمانبردار مردوں کا مقام حاصل کر لیا۔"

(تفسیر صغیر سورۃ مریم آخری آیت)

اس آیت مبارکہ سے ظاہر ہے کہ روحانیت میں حضرت مریم کا مقام ایک بڑا اعلیٰ مقام ہے

چنانچہ سریانی نظم میں یہی مضمون ہے۔ کہ اگر تم میرے بتائے ہوئے راستے پر چلو گے تو ہی تم میں سما جاؤں گی۔ اور تم ایک نئی زندگی سے روشناس ہو گے۔

ناج حمادی صحائف میں حضرت مسیح کے ۱۱۴ اقوال بھی شامل ہیں اس صحیفے کا نام انجیل توما ہے۔ آخری قول میں ایک مریم نامی خاتون کا ذکر ہے جس کے لئے کامل مردوں کے مقام کے حاصل کرنے کا وعدہ ہے۔

(انجیل توما - قول ۱۱۴)

ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ قرآن حکیم کا لفظ لفظ سچا ہے۔ حضرت مسیح کے بچے پروردگار حضرت مسیح کا مقام وہی ماننے تھے جو کہ قرآن کریم میں لکھا ہے۔

ان نظموں کے علاوہ آثار سے سریانی کلیسیا کی ایک طویل نظم ۱۰۵ اشعار پر مشتمل ملی ہے۔ اس میں بعض استعارے اور اشارے ہیں لکھا ہے کہ دور مشرق میں "کوہ ورکان" کی بلندیوں پر خداوندوں کے خداوند۔ خاتون مشرق اور ایک فرستادہ حق کی بادشاہت قائم ہے سریانی میں "ورکان" کے معنے بلند و بالا کے ہیں اس نظم میں بھی ایک سطح مرتفع کا ذکر ہے جو دور مشرق میں ہے جہاں "خداوند" مریم اور ابن مریم کی بادشاہت کی آسمانی بادشاہت ہے۔

بہ حوالہ بھی [illegible]

ط۱؎ [illegible] ۱۹۵۴ء

فاستبقوا الخیرات

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

" ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ نئی نسلوں کو بھی قربانیوں کی ان راہوں پر چلنے کی عادت ڈالیں اسی لئے میں نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وقف جدید کا مالی بوجھ اگر ہمارے بچے اور بچیاں جن کی عمر پندرہ سال سے کم ہے اٹھالیں تو جماعت کے ارفع مقام کا مظاہرہ بھی ہو گا کہ جماعت کے بچے بھی اس قسم کی قربانیاں دیتے ہیں۔ کہ اس پوری تحریک (وقف جدید) کا مالی بوجھ انہوں نے اٹھا لیا ہے اور خود ان کے لئے بھی بڑے ثواب کا موجب ہو گا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے جو کام انہوں نے آئندہ کرنے ہیں اس کے لئے تربیت کا موقع بھی مل جائے گا "

(خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ۹ر نومبر ۱۹۶۶ء)

گذشتہ سال سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خاص ہدایت کے ماتحت خدام الاحمدیہ کی پرجوش مساعی و جدوجہد کے نتیجہ میں دفتر اطفال کی وصولی ایک لاکھ نو سو ہزار سے تجاوز کر گئی تھی احباب جماعت سے توقع ہے فاستبقوا الخیرات کے ارشاد ربانی کے مطابق امسال ان کا قدم گذشتہ سال کی نسبت آگے ہی آگے ہو گا۔ جزاکم اللہ

(قائم مقام ناظم مال وقف جدید ربوہ)

امریکہ میں بلیک مسلم تحریک کا ماضی و حال

(جناب مولوی محمد صدیق شاہد سابق مبلغ امریکہ)

سترھویں صدی کے شروع میں افریقہ سے سیاہ فام لوگ غلام بنا کر شمالی امریکہ میں لائے گئے اور انہیں کھیتی باڑی کا کام دیا جانے لگا۔ انہوں نے اپنی آزادی اور حقوق کی حفاظت اور یورپین آقاؤں کے ظلم و استبداد سے نجات حاصل کرنے کے لیے مختلف اوقات میں مختلف تحریکیں اور تنظیمیں قائم کیں مثلاً N.A.A.C.P. (The national Association for the Advancement of the colored People) جو ۱۹۰۹ء میں قائم کی گئی۔ پھر ایک تحریک The Urban League کے نام سے ۱۹۱۱ء میں وجود میں آئی اور ۱۹۵۵ء میں ڈاکٹر مارٹن لوتھر کنگ Dr Martin Luther King نے بھی ایک تحریک M.I.A. (Montgomery Improvement Association) کے نام سے جاری کی۔ اور سیاہ فام لوگوں کے لئے امریکہ کے حقوق کا مطالبہ کیا۔ انہیں ۱۹۶۸ء میں قتل کر دیا گیا۔ ان تحریکات میں سے ایک تحریک بلیک مسلم کی تھی جو ۱۹۳۰ء میں وجود میں آئی۔ یہ تحریک سب تحریکوں سے زیادہ منظم متحد ثابت ہوا۔ اس تحریک نے سیاہ فام لوگوں کے اندر یہ احساس پیدا کر دیا کہ ان کو بھی سفید نسل کی طرح اس ملک میں ہر شعبہ زندگی میں ترقی کرنے کے لیے برابر کے حقوق حاصل ہونے چاہئیں۔ انہیں بھی ان سب سہولتوں اور کاروباری امور میں ایسا ہی فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہے جیسا کہ ایک سفید آدمی کو حاصل ہے بلکہ انہوں نے یہاں تک کہنا شروع کر دیا کہ امریکہ تو ہمارا یعنی سیاہ فام کا گھر ہے سفید نسل کا گھر تو یورپ ہے انہیں وہاں چلے جانا چاہیئے۔

غلامی چونکہ ایک نفع رساں تجارت تھی۔ اس لئے یورپین اقوام نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اور سیاہ فام غلاموں کے ذہن میں یہ امر راسخ کر دیا کہ تم لوگ سفید آدمی کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہو تمہارا ذہن اس قابل نہیں کہ تم حکومت کر سکو۔ لہٰذا تمہیں ماتحت رہ کر کام کرنا ہوگا۔ اور تمہارے سفید آقا کو تم پر مکمل قدرت حاصل ہے وہ جیسے چاہے تم سے کام لے۔ اس اصول کو تمام دنیا سے منوانے کی کوشش کی گئی ہے۔ دوسری طرف سیاہ فام بھی آہستہ آہستہ بیدار ہونے لگے اور ان کے اندر بھی یہ احساس شدت اختیار کرنے لگا

کہ وہ بھی آخر انسان ہیں اور انسان ہونے کے لحاظ سے زندہ رہنے کے لئے انہیں بھی وہی حق اور مقام حاصل ہونا چاہیئے۔ جو سفید انسان کو حاصل ہے۔ انہوں نے اپنے حقوق پُرامن طریق سے حاصل کرنے کی کوشش کی مگر یہ سعی لاحاصل ثابت ہوئی۔ لہٰذا انہوں نے اپنے سفید آقاؤں کے خلاف بغاوتیں شروع کر دیں چنانچہ ۱۶۶۹ء سے ۱۸۶۴ء تک دو سو سال میں قریباً ۱۰۹ بغاوتیں ہوئیں۔ بہت سی ایسی بغاوتیں ریکارڈ بھی نہیں کی گئیں۔ اس دوران بہت سے غلاموں نے خودکشی کر لی۔ بعض بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئے آخر ان بغاوتوں نے اس قدر شدت اختیار کر لی کہ یورپین آقاؤں نے اسے ایک متعدی مرض سے تعبیر کیا جو سیاہ فام لوگوں میں پھیل رہی تھی اور اس کے سدِباب کے لئے ہر ممکن تجاویز عمل میں لائی گئیں مگر یہ مرض بڑھتا ہی چلا گیا۔[۵]

سیاہ فام نے سفید نسل کے مقابل ایک اور نظریہ پیش کر دیا۔ کہ سیاہ فام سفید نسل سے افضل اور اعلیٰ ہیں جس سے ان کے اندر خود اعتمادی پیدا ہونے لگی اور انہوں نے اپنی جدوجہد آزادی کو تیز کر دیا چنانچہ انہوں نے سفید نسل کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر جنوبی ریاستوں سے کھیتی باڑی کا کام چھوڑ کر امریکہ کی شمالی ریاستوں میں منتقل ہونا شروع کر دیا۔

۱۹۱۰ء سے ۱۹۳۵ء تک قریباً بائیس لاکھ سیاہ فام امریکن شمالی علاقہ میں آ گئے اور مختلف شہروں نیویارک فلاڈلفیا، شکاگو ڈیٹرائٹ وغیرہ میں آباد ہو گئے ڈیٹرائٹ کی سیاہ فام آبادی ۱۹۱۵ء سے ۱۹۲۵ء کے درمیان ۱۱٫۴ فیصدی تک بڑھ گئی۔ اور شمالی علاقوں میں سیاہ فام لوگوں کی آبادی ۷,۵۰,۰۰۰ سے ۳۰,۰۰,۰۰۰ تک پہنچ گئی (مقدمہ بلیک مسلمزان امریکہ صفحہ ۲۳-۲۴)

اس ہجرت کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنوبی ریاستوں جارجیا ورجینیا اور الاباما وغیرہ میں سیاہ فام پر مزید ظلم روا رکھے جانے لگے۔ اور ان پر پابندیاں عائد کی گئیں۔ اور انہیں مختلف قسم کی اذیتوں اور تکالیف کا تختہ مشق بنایا جانے لگا۔ چنانچہ ایک سو سیاہ فام بغیر مقدمہ چلائے قتل کر دیئے گئے۔ اور جنگ عظیم اوّل شروع ہونے پر یہ تعداد ۱۰۰۰ تک پہنچ گئی اور جنگ کے ختم ہونے پر ظلم و ستم اور بھی بڑھ گئے۔

۲۸ سیاہ فام زندہ جلا دیئے گئے ۱۹۱۸ء سے ۱۹۲۱ء تک درجنوں پھانسی دیدیئے گئے بعض کو گولی کا نشانہ بنا دیا گیا۔ بعض کو سمندر میں غرق کر دیا گیا اور بعض کو ٹریکٹرز اور گاڑیوں کے پیچھے باندھ کر کھینچا گیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔

(مقدمہ بلیک مسلمزان امریکہ صفحہ ۲۴)

شمالی امریکہ کی ریاستوں میں پہلے تو سیاہ فام کو خوش آمدید کہا گیا کیونکہ جنگ کی وجہ سے سفید آدمیوں کی آمد یورپ سے قریباً بند ہو گئی تھی اور جہازوں اور فیکٹریوں میں کام کرنے والوں کی کمی محسوس ہونے لگی تھی۔

---

۵ The Black Muslims in America By C. Eric Lincoln مقدمہ ۲۲-۲۳

لہٰذا یہ کام سیاہ فام لوگوں سے لیا جانے لگا۔ بلکہ بعض جہاز ساز کمپنیوں اور فیکٹریوں کے مالکان خود جنوبی ریاستوں کا دورہ کرتے اور وہاں سے سیاہ فام لوگوں کو لاکر کام پر لگاتے۔

جب جنگ بند ہو گئی اور یورپ سے پھر سفید لوگ آنے شروع ہو گئے تو سیاہ نسل کے لوگوں کو تمام فیکٹریوں سے نکال باہر کیا گیا اور ان کی جگہ سفید لوگوں کو کام پر لگایا جانے لگا۔ اب سیاہ فام اِدھر اُدھر مارے مارے پھرنے لگے ان کے لئے نہ کوئی رہائش کی جگہ تھی نہ کوئی کاروبار۔ ان کی رہائش کے لئے شہروں کے گندے پسماندہ علاقے تجویز کئے گئے لینڈ لارڈز چونکہ سفید تھے وہ بھی ان پر ظلم ڈھانے لگے۔

باوجود ان سب حالات کے جنوبی ریاستوں سے ان کی آمد شمال میں جاری رہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیکاری بڑھ گئی اور جرائم میں زیادتی ہو گئی چوری زناکاری۔ لوٹ مار۔ ڈاکہ زنی کی وارداتوں میں خاصہ اضافہ ہو گیا۔ اور پولیس کے لئے بھی خاصی مشکلات پیدا ہو گئیں۔

یہ زمانہ سیاہ فام نسل کے لئے بھوک۔ تنگدستی۔ فاقہ کشی۔ یاس و ناامیدی اور مصائب و مشکلات کا زمانہ تھا۔ اور وہ کسی نجات دہندہ اور مسیحا کی انتظار میں تھے جو ان کو اس پستی اور ذلت کی زندگی سے نجات دلاتا۔

چنانچہ ایسے وقت میں ایک شخص جو اپنے آپ کو W. D. Farad Mohamad کہتا تھا ۱۹۳۰ء کے موسم گرما میں ایک تاجر کی شکل میں ڈیٹرائٹ (Detroit) آیا اور اس علاقہ میں گھومنے لگا جو سیاہ فام کا تھا (Black ghetto)
(مقدمہ بلیک مسلمز ان امریکہ صفحہ ۲۷)

اس کی شخصیت کے بارہ میں کئی ایک کہانیاں مشہور ہیں۔

(۱) بعض کہتے ہیں وہ ایک فلسطینی عرب تھا جس نے بہت سی انڈین اور جنوبی افریقہ اور لندن کی نسلی تحریکات میں حصہ لیا تھا۔

(۲) بعض کے نزدیک وہ لندن یونیورسٹی میں حجاز کی حکومت میں سفارت کی خدمات بجا لانے کے لئے تعلیم پا رہا تھا مگر اس نے اپنے آپ کو سیاہ فام لوگوں کی آزادی ان کے لئے انصاف اور مساوات کے حقوق کے حصول کے لئے وقف کر دیا اور امریکہ آ گیا۔

(۳) بعض کے نزدیک وہ بلیک جمیکن تھا۔ جس کا باپ ایک شامی (Syrian) مسلمان تھا۔

(۴) بعض کہتے ہیں کہ وہ قبیلہ قریش کے مالدار خاندان سے تھا اور مکہ سے آیا تھا (دی بلیک مسلمز ان امریکہ صفحہ ۱۱)

بہرحال اس نے جو خود بیان دیا وہ تھا۔

My name is W. D. Fard, and I came from The Holy city of Mecca. More about myself I will not Tell you yet, for The time has not yet come. I am your brother. You have

not yet seen me in my Royal Robes.

(The Black Muslims in America ص ۱۶۷)

کہ میرا نام ڈبلیو۔ ڈی۔ فارڈ ہے اور میں مقدس شہر مکہ سے آیا ہوں۔ اس سے زائد میں آپ کو اپنے بارہ میں ابھی نہیں بتاؤں گا۔ کیونکہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ میں تمہارا بھائی ہوں تم نے ابھی مجھے میرے شاہانہ لباس میں نہیں دیکھا۔

ڈیٹرائٹ پولیس کو اس نے بتایا کہ وہ

The supreme Ruler of the Univers

ہے۔ یعنی دنیا کا حاکم اعلیٰ ہے۔

بہرحال یہ شخص جب ڈیٹرائٹ میں آیا تو یہ کوٹوں اور ریشمی کپڑوں وغیرہ کی فروخت کرتا تھا خصوصًا بلیک امریکن کے علاقہ میں گھر گھر پھر کر کپڑے فروخت کرتا۔ عورتیں ان چیزوں کو زیادہ پسند کرتیں۔

یہ نہایت ملنسار شخص تھا سیاہ فام سے بہت محبت اور پیار سے گفتگو کرتا ان کی مشکلات اور تکالیف میں ہمدردی کا اظہار کرتا اور غیر ممالک میں جو تجربات اسے پیش آئے ان کا تذکرہ کر کے ان کے دل گرماتا عورتیں اسکی ہمدردی گفتگو اور پیار محبت کے جذبات سے بہت متأثر ہوئیں۔ اب جب اس نے لوگوں کو اپنے قریب آتے دیکھا تو اس نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ جو چیزیں میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں آپ کے اصل وطنوں میں یہی چیزیں لوگ استعمال کرتے ہیں اصل وطن کے الفاظ پر سیاہ فام لوگوں کو مزید معلومات کی جستجو پیدا ہوئی اور

انہوں نے وہاں کے حالات دریافت کرنے شروع کر دیئے جن سے مراد ان کی ایشیا اور افریقہ تھا۔

جو بھی کھانا اس کے سامنے پیش کیا جاتا وہ کھا تو لیتا مگر بعد میں انہیں نصیحت کرنی شروع کر دیتا کہ دیکھو ایسی چیزیں استعمال کرنے سے بچو کیونکہ آپ کے اصلی ملک میں آپ کے بھائی یہ چیزیں نہیں کھاتے اس طریق سے اس نے سیاہ فام کو آہستہ آہستہ اپنا گرویدہ بنا لیا۔

پھر اس نے انہیں بتایا کہ وہ مکہ سے آیا ہے تاکہ To wake The Dead Nation in the west یعنی مغرب کی ایک مردہ قوم کو زندگی بخشے

(مقدمہ دی بلیک مسلمز ان امریکہ ص۲۵)

نیز ان کو سفید نسل کی حقیقت سے آگاہ کرے اور سیاہ فام کو اس آخری جنگ (The Armg.) کیلئے تیار کرے جو نیکی اور بدی کے درمیان لڑی جانے والی ہے اور جس کا اصل مقام اب امریکہ ہے جہاں شیطانی طاقت یعنی سفید نسل نیکی کے نمائندوں یعنی سیاہ فام پر ظلم ڈھا رہی ہے۔

(مقدمہ دی بلیک مسلمز ان امریکہ ص۲۵)

بہرحال یہ شخص جو اب اپنے آپ کو پیغمبر (Prophet) کہلانے لگا۔ گھر گھر پھر کر سیاہ فام لوگوں کی مشکلات سنتا ان سے ہمدردی کا اظہار کرتا اور انہیں تسلی دلاتا کہ اب ان کی مشکلات کا وقت ختم ہونے کو ہے اور یاس و نا امیدی کی گھڑیاں کافور ہونے والی ہیں اور ان کیلئے فتح و ظفر اور کامیابی کی صبح طلوع ہونے والی ہے

جب اسکی مقبولیت بڑھنے لگی اور لوگوں نے زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس کی باتوں پر کان دھرنا شروع کیا تو اس نے ان کی میٹنگز بلانی شروع کیں اور اجتماعی رنگ میں ان سے خطاب کرنے لگا۔

پہلے تو اس نے بائیبل کو ہی اصل کتاب کے طور پر پیش کیا تاکہ لوگوں کو مذہب سیکھنے اور سمجھنے میں آسانی رہے کیونکہ امریکن اسی کو ہی مذہبی کتاب سمجھتے تھے اور قرآن کریم سے وہ محض نا آشنا تھے مگر آہستہ آہستہ یہ ان کو قرآن کریم کی طرف لے آیا اور جب سیاہ فام میں سفید فام اور ان کے مذہب عیسائیت کے خلاف نفرت اور حقارت کے جذبات پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اس نے کھلا بائیبل کے خلاف بولنا شروع کر دیا۔

سب سے پہلے جو چیز اس نے سیاہ فام لوگوں کو سکھائی وہ یہ تھی کہ وہ نیگروز (Negroes) نہیں بلکہ وہ محض بلیک مین (black man) ہیں۔ اس نے کہا نیگرو کا لفظ سفید لوگوں یا یورپین کی ایجاد ہے تاکہ وہ امریکن سیاہ فام کو ان کے بھائیوں سے جو افریقہ اور ایشیا میں ہیں الگ کر دیں اور انہیں ہمیشہ غلام بنائے رکھیں۔

دوسری بات جو اس نے انہیں سکھائی وہ یہ تھی کہ جن کو نیگرو کہا جاتا ہے یہ امریکن نہیں یہ ایشین ہیں جن کے آباؤ اجداد کو یورپین اقوام مسیح اور عیسائیت کے نام پر ایشیا اور افریقہ سے غلام بنا کر لائے۔ نیز اس نے کہا کہ عیسائیت بھی گوروں کے لوگوں

نے اپنی آزادی اور حریت کو کھو دیا اسلئے بلیک مین کا اصل اور فطرتی مذہب اسلام ہے جس میں اُسے آزادی اور انصاف اور مساوات کے حقوق حاصل ہیں۔
(مقدمہ دی بلیک مسلمز ان امریکہ صفحہ ۲۵)

جب آہستہ آہستہ اسکے متبعین کی تعداد زیادہ ہونے لگی تو میٹنگ کے لئے کسی وسیع جگہ کی ضرورت پیش آئی چنانچہ اس نے ایک ہال کرایہ پر لیا۔ اور اس کا نام Temple of Islam رکھا جہاں اسکے باقاعدہ اجلاس ہونے لگے۔ اور بڑی کثرت سے اسکی تقاریر سننے آنے لگے۔ اس طرح بلیک مسلم تحریک کی بنیاد پڑی۔

فارڈ محمد ہمیشہ یہ کہتا کہ وہ سیاہ فام قوم کو جس کو محبت سے چچا [illegible] کے نام سے پکارا جاتا جگانے آیا ہے اور اسے سفید نسل کے چنگل سے نجات دلانے آیا ہے۔

تین سال کے عرصہ میں اس نے خاصی مقبولیت حاصل کر لی۔ اور اب اس نے تحریک کو منظم کرنے اور انکی اصلاح و بہبود کے لئے بعض خاص امور کی طرف توجہ دی۔ مثلاً

۱۔ اپنا ایک Temple بنا لیا جس میں میٹنگز ہونے لگیں۔

۲۔ ایک مسلم یونیورسٹی قائم کی گئی جس میں سیاہ فام امریکن کو ہر قسم کے علوم پڑھائے جانے لگے۔

۳۔ ایک مسلم گرلز ٹریننگ کلاس جاری کی گئی جس میں مسلمان عورتوں کو اقتصادی امور اور گھریلو ذمہ داریوں کے بارہ میں تعلیم دی جاتی۔

۴- مخالفین کے ڈر سے خصوصاً پولیس کے خوف سے جو اس تحریک کی نگرانی کر رہی تھی۔ اس نے اپنے نوجوانوں کی ایک تنظیم قائم کی جس کا نام اس نے اسلام کا پھل (Fruit of Islam) رکھا ان کے آفیسر کو کیپٹن کا عہدہ عطا کیا اور انہیں آتشیں اسلحہ وغیرہ استعمال کرنے کی پوری ٹریننگ دی جانے لگی۔

۵- ان میں تنظیم کو چلانے کے لئے اس نے ایک منسٹر آف اسلام مقرر کیا جس کے ماتحت بہت سے اور منسٹرز مقرر کئے گئے فارڈ محمد خود انہیں مقرر کرتا۔ اور ان کو ٹریننگ دیتا اس کے ابتدائی آفیسرز میں سے ایک عالیجاہ محمد تھا جو بعد میں اس کا جانشین بنا۔ (دی بلیک مسلمز ان امریکہ صفحہ ۱۷)

۶- جب بھی کوئی نیا ممبر اس تحریک میں شامل ہوتا۔ اس کو بتایا جاتا کہ اب تم نیگرو نہیں ہو بلکہ محض بلیک مین ہو اور اب تمہیں پرانے مذہب کو خیرباد کہہ کر ایک نئی زندگی عطا ہوئی اور وہ مسلمان ہو گیا ہے لہذا اس کے نام کے ساتھ کا آخری لفظ جسے وہ غلامی کے نام (Slave name) سے تعبیر کرتا اور جو اس شخص کو اس کے یورپین آقا کی طرف سے دیا گیا تھا۔ اسے فوراً ترک کرنے کے لئے کہا جاتا۔ اور پہلے نام کے ساتھ ایکس (X) کا لفظ بڑھا دیا جاتا تاوقتیکہ فارڈ محمد اس کو اصلی آبائی نام عطا نہ کرتا۔ یہ طریق عالیجاہ محمد کے وقت میں بھی برابر جاری رہا۔ اور بعض اوقات جب ایک ہی ٹیمپل میں کئی لوگ اکٹھے تحریک میں شامل ہو جاتے تو ان کو ۱ X، ۲ X کے نام سے پکارا جاتا اور بعض Temples میں تو کئی کئی X اکٹھے ہو جاتے۔

(باقی)

خیر التابعین حضرت اویس القرنی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جبّہ اور سلام پہنچانے کی اپنے صحابہ کو وصیت فرمائی تھی۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں جب ان کے حالات کا علم ہوا تو امیر المومنین بنفسِ نفیس آپؒ کے پاس تشریف لے گئے۔ دورانِ گفتگو حضرت اویس القرنیؒ حضرت عمرؓ سے پوچھنے لگے۔

"تم محمدؐ کے دوست ہو۔ انہوں نے جواب دیا ہاں! اویسؒ نے کہا۔ اگر تم دوستی میں درست ہوتے تو اس دن جبکہ آپ کے دندانِ مبارک شہید ہوئے تھے تو تم نے کیوں موافقت کے طور پر اپنے دانت نہ توڑ لئے۔ پھر آپ نے تمام دانت دکھائے جو سب ٹوٹے ہوئے تھے۔ اور کہا کہ میں نے بلا آپ کو دیکھے ہوئے غیبت کی حالت میں اپنے دانتوں کو آپؐ کی موافقت میں توڑ ڈالا۔ کہ جب میں ایک دانت توڑتا تھا تو میرے دل کو قرار نہ آتا تھا حتیٰ کہ ایک ایک کر کے میں نے اپنے سب دانت توڑ ڈالے۔ یہ سنکر حضرت عمر فاروقؓ پر رقت طاری ہو گئی۔ اور کہا۔ ادب انہیں سے سیکھنا چاہیئے"

(ماخوذ از تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۵)

انٹرویو

فاتحۂ ایورسٹ سے انٹرویو

(جناب عبدالرحمٰن ملک)

ٹوکیو کے شمال مغربی مضافاتی علاقے میں ایک چھوٹا سا قصبہ گاداگوئے ہے اس کے مختصر سے ہسپتال کا جراثیم کش ادویہ کی مہک سے بسا ہوا کمرہ فاتحۂ ایورسٹ ما جیسی عظیم کوہ پیماہ سے انٹرویو کے لئے کوئی موزوں جگہ ہرگز نہیں تھی۔ لیکن جگہ کا انتخاب نہ میرا تھا نہ مسز تھابے ای صاحبہ کا۔ انہوں نے حال ہی میں ایک نئی چوٹی سر کی تھی — ایسی چوٹی جو ہر خاتون کو کسی نہ کسی مرحلے پر سر کرنی ہی پڑتی ہے — اور اس کے مابعد کی پیچیدگیوں نے انہیں ہسپتال میں لٹا رکھا تھا۔ نحیف جسم پر چھائی ہوئی زردی ایک تنومند اور چاق و چوبند کوہ پیما کے چہرہ کو چھپانے کی کوشش میں تھی۔ مَیں گھبرا رہا تھا کہ بیس منٹ کی یہ مختصر سی ملاقات ہمیں مزاج پرسی اور رسمی گفتگو کی حدوں سے آگے بڑھنے دے گی یا نہیں۔ لیکن مسز تھابے ای صاحبہ کی شفقت تھی اور کوہ پیمائی کا ذکر چھڑتے ہی ان کے چہرے پر دوڑنے والی بشاشت تھی جس نے میری ہمت بندھائی اور مجھے یقین ہو گیا کہ میری یہ ملاقات ان کی طبیعت پر نہایت خوشگوار اثر چھوڑے گی۔ کاش ان کے معالج ان کی اس کمزوری کو سمجھ پاتے اور ہر روز ان سے کسی طرح کوہ پیما سے ان کی عیادت کرا دیا کرتے۔

ہم کوئی چالیس منٹ ان کی کوہ پیمائی کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ ان کے چہرے سے کسی تھکان یا ان کی آواز سے کسی قسم کی نقاہت کا شائبہ تک نہ ہو سکتا تھا۔ جب نگران نرس کے بار بار جھانکنے اور اس کی رحم طلب بے قراری سے مجبور ہو کر ہم اٹھنے لگے تو صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اگر مسز تھابے ای کے بس میں ہو تو وہ بہرحال ابھی کچھ دیر مزید ہمارے ساتھ ایورسٹ کی ڈھلوانوں پر دوڑتی اور اپنی نہایت ہی میٹھی یادوں کو تازہ کرتے رہنا چاہتی ہیں۔

جون ۱۹۷۷ء میں وادئ جہلم اور وادی کاغان کی سیاحت کا پروگرام بنا رہا تھا کہ میرے جاپان جانے کا فیصلہ ہو گیا۔ ایسے میں جو چند ارادے عجلت میں ذہن کی سکرین پر منظر کی شکل میں ڈھلنے لگے ان میں سے پہلا جاپان کے بلند ترین پہاڑ اور جاپانی روایات کے مطابق تقدس کے حامل کوہ فوجی (بلندی ۳۷۷۶ میٹر) پر چڑھنے کا ارادہ تھا (جاپان میں کہاوت ہے کہ جو کوہ فوجی کم از کم ایک بار نہیں چڑھا وہ بیوقوف ہے) دوسرا ارادہ یہ تھا کہ دو سال قبل دنیا کی بلند ترین چوٹی ایورسٹ (بلندی [illegible] میٹر)

کو سر کرکے اس اعزاز کو حاصل کرنے والی پہلی خاتون سے خالد کے لئے انٹرویو لیا جائے۔

ٹوکیو میں اپنے ایک جاپانی دوست سے فاتحۂ ایورسٹ سے انٹرویو کی خواہش کا ذکر کیا۔ تو وہ بے حد خوش ہوا۔ اس نے بتایا کہ وہ اس انٹرویو کے لئے کوشش کرے گا بشرطیکہ میں اسے اپنے ساتھ لے جانے کا وعدہ کروں۔ میری وجہ سے اس کی بھی ملاقات ہو جائے گی۔ ورنہ ایک عام جاپانی کے لئے فاتحۂ ایورسٹ سے ملاقات کوئی آسان بات نہ تھی۔ ان سے رابطہ قائم کرنے میں بہت وقت لگا۔ اور اس کوشش کے دوران بعض غلط اشاروں پر چلتے ہوئے میرے راہنما نے مجھے ایک اور کوہ پیما سے ملاقات کے لئے پہنچا دیا وہاں پہنچے تو غلط فہمی کا پتہ چلا۔ مگر اچھا ہوا کہ وہاں سے فاتحۂ ایورسٹ کا پتہ بھی چل گیا۔ اور ایک اور عظیم کوہ پیما سے ضمناً ہی ملاقات کا انتظام ہو گیا۔

ایک اور دوست کے ذریعے نئے پتہ کی مدد سے رابطہ قائم کیا تو پتہ چلا کہ وہ زچگی کی کسی پیچیدگی کے باعث ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ ایسے میں انٹرویو کا حصول حماقت نظر آتی تھی۔ سوچا خیال ترک ہی کر لیتے ہیں۔ لیکن جیسے مسز تابے اسی صاحبہ کو علم ہوا کہ ایک غیر ملکی ان سے انٹرویو کا خواہشمند ہے تو انہوں نے بخوشی اجازت دے دی۔ اور ۳۰ دسمبر کی شام کو ہم انہیں ملنے پہنچ گئے۔

اچھا ہوا کہ وہ نہ صرف انگریزی سمجھ لیتی تھیں بلکہ کچھ کچھ بول بھی لیتی تھیں۔ اس لئے میرے ہمراہی کو مترجم کے فرائض بہت کم انجام دینے پڑے۔ میں نے اپنا تعارف کرایا۔ کوہ نوردی سے اپنی دلچسپی بتائی۔

"آپ کو مجھ سے ملنے کا خیال کیسے آیا؟" انہوں نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

"غالباً ۱۹۷۵ء میں اخبارات میں پڑھا کہ جاپان سے ایک آل ویمن ایورسٹ مہم دنیا کی بلند ترین چوٹی سر کرنے کے لئے نیپال پہنچی ہے۔ کوہ پیمائی سے دلچسپی کے باعث مجھے توجہ ہوئی۔ مگر زیادہ توجہ کا باعث یہ تھا کہ یہ مہم صرف خواتین پر مشتمل تھی اور میں جانتا تھا کہ ایورسٹ کا سر کرنا کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے۔ پھر جب یہ خبر ملی کہ مہم کی ایک رکن ایک شرپا کے ہمراہ چوٹی پر پہنچ گئی ہیں تو مجھے بہت حیرت اور خوشی ہوئی۔ میرا جاپان آنے کا پروگرام بنا تو میں نے چاہا کہ آپ سے ملوں۔ میرا خیال تھا کہ کوہ پیمائی نہایت صبر آزما اور پرمشقت کھیل ہے اور عورتوں کے بس کا روگ نہیں۔ آپ نے ایورسٹ سر کرکے مجھے پھر سے اس بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اب آپ یہ بتائیں کہ آپ کو کوہ پیمائی سے دلچسپی کیسے ہوئی؟"

"یہ تو بہت مشکل سوال آپ نے کر دیا ہے ...... بہر حال میں دیکھتی ہوں ...... میں سمجھتی ہوں کہ مجھے فطرت سے لگاؤ ہے۔"

"میں چند ماہ سے جاپان میں ہوں اور میں نے بھی محسوس کیا ہے کہ من حیث القوم جاپانیوں کو فطرت سے بے حد لگاؤ ہے ان کے فطرت سے اسی لگاؤ نے ان کی معاشرت کو بہت سے پیارے پیارے رنگ عطا کئے ہیں ....."

"آپ کا خیال ٹھیک ہے۔ جاپانی قوم کے فطرت سے لگاؤ کا ایک خاص پس منظر ہے ....."

"آپ نے کوہ پیمائی شروع کب کی ؟"

"دس سال کی عمر میں"

"دس سال ؟ کوہ پیمائی ؟"

"ہاں - اس میں کونسی حیرانی والی بات ہے ؟"

"ایورسٹ سر کرنے کا فیصلہ کب کیا ؟"

"سات سال قبل نیپال کی مشہور چوٹی اناپورنا سوم (ANNA PURNA.III) سر کی یہ کوئی ساڑھے سات ہزار میٹر بلند ہے - اس سے واپسی پر خیال آیا کہ اب آٹھ ہزار میٹر سے بلند چوٹی پہ ہاتھ ڈالیں - چنانچہ اگلے سال ایورسٹ جانے کا فیصلہ ہوا اور چار سال اس مہم کی تیاری جاری رہی"

آپ نے ایورسٹ پر جانے کا فیصلہ کیوں کیا ؟ کیا اس لئے کہ یہ دنیا کی بلند ترین چوٹی ہے ؟"

"ہاں یہ بات بھی تھی - آٹھ ہزار میٹر سے بلند چوٹیاں دنیا میں صرف چودہ ہیں - ان میں سے ان چوٹیوں کا انتخاب کرنا تھا جو عورتیں بھی سر کر سکیں عورتوں اور مردوں کی جسمانی طاقت میں فرق ہے - نمایاں ترین فرق رفتار میں ہے - چلنے کی رفتار - چڑھنے کی رفتار - دوڑنے کی رفتار - کسی چیز کو فوری طور پہ پکڑنے اور اٹھانے کی صلاحیت میں بھی فرق ہے - اولمپک کھیلوں میں بھی یہ فرق ملحوظ رکھا جاتا ہے - کوئی کھیل ایسا نہیں رکھا جاتا جس میں عورتوں نے مردوں سے ایک ہی سطح پہ مقابلہ کرنا ہو - پہاڑوں کے معاملہ میں بھی کوئی ایسی حد فاصل نہیں مقرر کی جا سکتی کہ یہ مردوں کا پہاڑ ہے اور یہ عورتوں کا پہاڑ ہے - اس قسم کا تو کوئی پہاڑ نہیں ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی درست ہے کہ کوئی پہاڑ ایسا بھی نہیں ہے جس پہ عورتیں اور مرد ایک ہی رفتار اور ایک جیسی سہولت سے چڑھ سکیں - عورتوں میں جفاکشی کی صلاحیت کم ہونے اور رفتار نسبتاً سست ہونے کے باعث ایسے پہاڑ بہت کم ہیں جنہیں وہ سہولت سے سر کر سکیں مثلاً آٹھ ہزار میٹر کی بلندی پہ ہوا کا دباؤ صرف ایک تہائی رہ جاتا ہے ایسی جگہ پر جب انسان ہوا میں آکسیجن کی کمی کے باعث بغیر حرکت کئے بھی ہانپ رہا ہوتا ہے طاقت کی کمی اور سست روی کا خاص طور پر احساس ہوتا ہے - ان چودہ پہاڑوں میں سے عورتوں کے لئے تقریباً ناقابلِ تسخیر پہاڑ نکال لینے کے بعد کوئی چار پہاڑ باقی بچے ان میں سے ایورسٹ بلند ترین تھی (۸۸۴۸ میٹر یا ۲۹۰۲۸ فٹ) اور پھر اس بلند ترین چوٹی پہ ایک بار پاؤں رکھنے کی حسرت بھی تھی - ۱۹۷۰ء میں

ROCK CLIMBING ASSOCIATION
نے اس چوٹی کو سر کیا تھا۔ اس ٹیم کے تجربہ کار لوگ موجود تھے جن سے اب استفادہ کیا جا سکتا تھا۔ ہر قسم کی معلومات مہیا تھیں۔ آٹھ ہزار میٹر سے زائد بلندی کے باوجود چڑھنے کے لئے کسی مشکل ٹیکنیک کی ضرورت نہ تھی۔ ان سب کوائف کے پیش نظر ہماری انگشتِ انتخاب ایورسٹ کے کالموں پر ٹھہری۔"

"کتنے لوگ چوٹی پر پہنچے؟"

"صرف ایک ممبر اور ایک شرپا۔" (ان کی انکساری ملاحظہ ہو۔ یہ نہیں کہا کہ مَیں اور ایک شرپا)

"آپ اور ایک شرپا؟" (شرپا SHERPA نیپال کے پیشہ پورٹر PORTER لوگ)

"جی ہاں"۔ مَیں نے دل میں کہا۔ "کمال ہے!"

"لیکن آپ نے صرف خواتین پر مشتمل مہم کا انتخاب کیوں کیا؟"

"جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے عورتوں اور مردوں میں طاقت اور رفتار کا واضح فرق ہے۔ مَیں نے مردوں کے ساتھ یکساں جسمانی معیار کی بنیاد کو عین مناسب خیال کرتے ہوئے بہت سی مہموں میں مردوں کا ساتھ دیا لیکن تجربہ نے ہر بار مردوں کے تابع رہنے اور بار بار پیچھے رہ رہ جانے" والا تکلیف دہ منظر دکھایا۔ اب ایسے میں مردوں کے ساتھ اگر کوئی پہاڑ سر کر بھی لیا جاتے تو ہر آن یہی خیال دامنگیر رہتا ہے کہ یہ تو مردوں کو FOLLOW کرنے والی بات ہے۔ اس طرح دل کی پوری تسلی نہیں ہوتی۔ خود اپنی قوت سے پہاڑ سر کرنے والی خوشی کا احساس نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر صرف عورتوں پر مشتمل مہم ہو تو معاملہ قرینِ انصاف ہو گا۔ اس صورت میں اگر کامیابی سے چوٹی سر کی جائے تو دل کو حقیقی خوشی ہو گی کہ یہ ہمارا اپنا مارا ہوا شکار ہے کسی کا مارا ہوا نہیں کھا رہے۔ اس لئے صرف عورتوں کی ٹیم بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔"

"کیا کوئی پیمائی آپ کے خیال میں عورتوں کے لئے ایک موزوں کھیل (SPORT) ہے؟"

"مَیں اسے سپورٹ خیال نہیں کرتی (غالباً سپورٹ کا مفہوم نہیں سمجھیں) یہ سپورٹ نہیں بلکہ ہابی (HOBBY) ہے۔"

"بہت دلچسپ بات ہے۔ کیا یہ ہابی ہر ایک عورت کے لئے مناسب حال ہے؟"

"ہاں ہاں۔ ہر ایک کے لئے۔ بلکہ آپ کی بیوی کے لئے بھی۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ تو بہت سخت قسم کی ہابی ہے - کر بھی سکیں گی ؟"

"ہاں ہاں - سب کر سکتی ہیں - آپ عورتوں کو اس قدر کمزور نہ سمجھیں - آہستہ آہستہ مسلسل مشق کرنے کے ذریعہ وہ بھی پہاڑ سر کر سکتی ہیں - رفتار اصل مقصد نہیں ہونا چاہیئے - اصل بات چڑھنا ہے۔"

کوہ پیمائی کی وہ کون سی خوبیاں ہیں جنہوں نے آپ کو بے دام غلام بنا رکھا ہے ؟"

"خاص طور پر کسی خوبی کو مقصد بنا کر پہاڑ سر کرنے والی بات میرے ساتھ نہیں ہے - میں تو چڑھتی صرف اس لئے ہوں کہ یہ مجھے پسند ہے "I CLIMB ONLY I LIKE" (فقرے کی بے ساختگی ملاحظہ ہو)

"کوہ پیمائی کے لئے ہر روز تو آپ جانے سے رہیں - درمیانی وقفوں میں جسم کو مستعد رکھنے کے لئے کیا آپ کوئی کھیل بھی کھیلتی ہیں ؟"

"مَیں پیانو بجاتی اور کوتو (جاپانی موسیقی کی قسم) سے دل بہلاتی ہوں . . . ."

"لیکن یہ کھیلیں تو نہیں - میرا مطلب جسمانی ورزش . . . . . ؟"

" اور رات کو بچوں کو سُلانے کے بعد میں دوڑ لگاتی ہوں (JOGGING) - ایورسٹ پر جانے سے پہلے مَیں ایک سال روزانہ دوڑ لگاتی رہی ہوں"

مَیں نے جُھرجُھری لی - اور بے اختیار منہ سے نکلا - اُف ! ان کے چہرے پر نقاہت نام کو نہیں تھی

عزم اور جوش عود کر آئے تھے۔ آواز بلند ہو چکی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ صرف پشتی تھیلے (RUCK SACK) اور برفانی لباس کی کمی ہے ورنہ وہ ابھی ایورسٹ پر دھاوا بولنے کے لئے تیار ہیں۔ میں ان کی حالت دیکھ کر سہم سا گیا۔ اور انہیں ایورسٹ سے اتار لایا۔

"آپ کے پسندیدہ پہاڑ کونسے ہیں؟"

"ایسے پہاڑ جو ابھی سر نہیں کئے۔ جو ابھی تک سر نہیں کئے وہ سب کے سب پسند ہیں اور ایسے پہاڑ بہت بڑی تعداد میں ہیں جن کو میں ابھی سر نہیں کر سکی۔ ان میں سے کوئی سا بھی ہو تو مجھے پسند ہے۔"

"کیا آپ ہمیں اپنی کوہ پیمائی کا کوئی دلچسپ واقعہ (INCIDENT) بتائیں گی؟"

"ایکسیڈنٹ۔"

"نہیں ایکسیڈنٹ نہیں بلکہ انسیڈنٹ (واقعہ) جو آپ کو پیش آیا ہو۔ اور آپ کو خاص طور پر یاد رہ گیا ہو۔"

یہاں پہنچ کر میرے مترجم کی قابلیت جواب دے گئی۔ مسز تھابے ای وضاحت طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھتی تھیں میری مراد واقعہ سے تھی اور وہ انگریزی لفظ انسیڈنٹ کو ایکسیڈنٹ سمجھ کر پریشان ہو رہی تھیں۔ ہمارے مترجم صاحب کو بھی یا تو انگریزی لفظ کی سمجھ نہیں آ رہی تھی یا اس کا مترادف جاپانی لفظ نہیں مل رہا تھا۔ میں نے کافی کوشش کی کہ سمجھا سکوں کہ میری مراد کیا ہے حتیٰ کہ ٹوٹی پھوٹی جاپانی بھی آزمائی مگر پیچیدگی بڑھتی گئی۔ تب میں نے جان چھڑائی۔ اور عرض کیا۔

"ٹھیک ہے آپ اپنی مہم کے دوران کا کوئی ایکسیڈنٹ (حادثہ) ہی سنا دیں۔"

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔ ایورسٹ کی مہم کے دوسرے کیمپ میں برفانی طوفان (AVALANCHE)
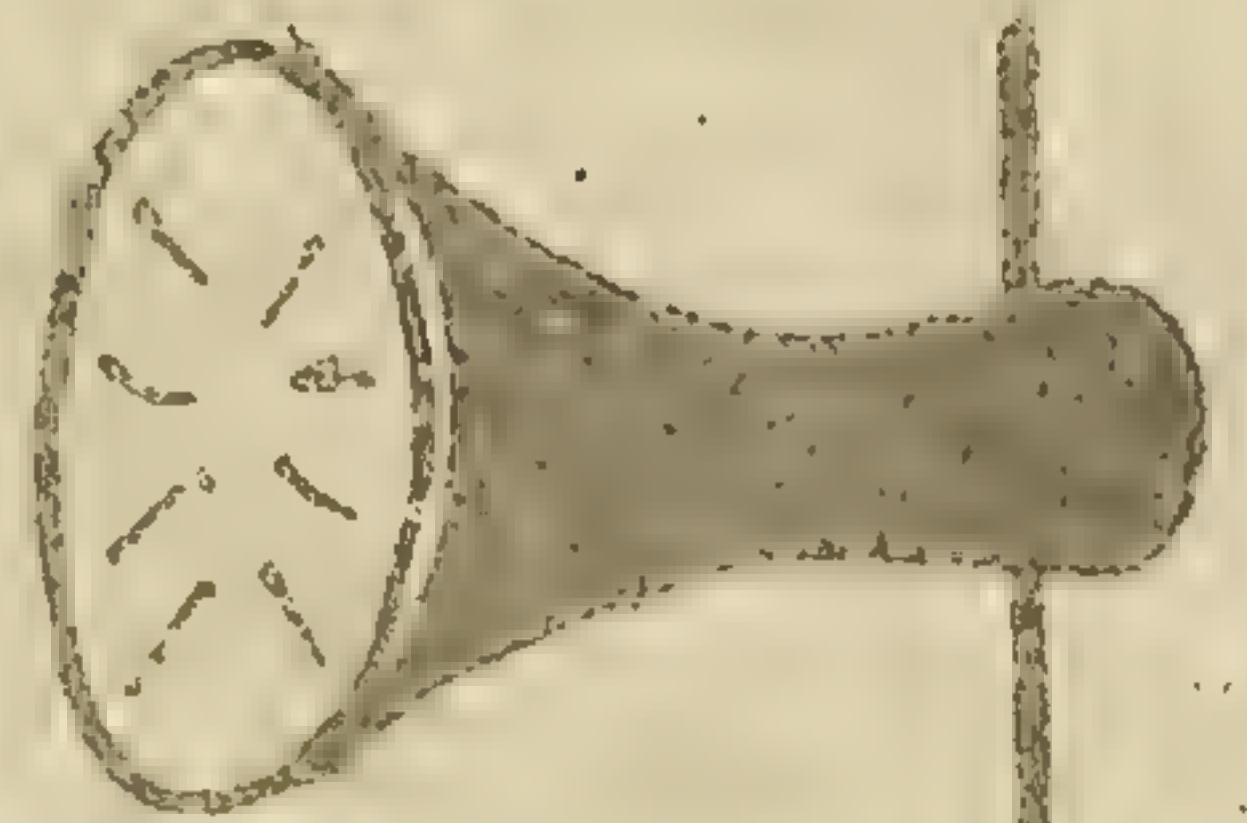
نے ہمیں آگھیرا (پہاڑ کی ڈھلوان پر برف کا کوئی تودہ ٹوٹ کر گرتا ہے تو انتہائی خوفناک گرج اور تیزی کے ساتھ پھسلتا ہوا اپنے راستہ میں آنے والی ہر چیز کو ساتھ لیتا چشم زدن میں پہاڑ کے دامن میں گر کر ڈھیر ہو جاتا ہے اسے ایوالانش کہتے ہیں۔ گلیشیر اس کے مقابلے میں پہاڑوں کے اوپر پھیلا ہوا برف کا دریا ہوتا ہے اس سے کچھ خطرہ نہیں ہوتا کیونکہ سارے سال میں مشکل سے چند انچ سرکتا ہے) دوسرے کیمپ کا محل وقوع ایسا بنایا گیا تھا جہاں اس قسم کے طوفان کا امکان نہیں تھا۔ اور یہ محفوظ جگہ سمجھی جاتی تھی۔ اب تک ایوالانچ کے وہاں کبھی اس قسم کے حادثے رونما نہیں ہوئے تھے۔ اس وجہ سے ہم نے بھی نہایت اطمینان سے وہاں کیمپ کیا تھا۔ نصف آدھی رات کا وقت کہ پہاڑ سے والی گڑگڑاہٹ سنائی دی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہم ایک برف کے ڈھیر تلے دب گئے۔ ہمارے اوپر سے برف کا ایک بہت بڑا بلاک گزرا اور اس کا کچھ حصہ ہمارے اوپر گر گیا۔ مگر ہم بڑے خوش قسمت تھے ہمیں بھی ساتھ ہی نیچے لے جانے پر اصرار کیا ہوتا تو اب آپ کو یہ کہانی نہ سنا رہی ہوتی۔ دوسری خوش قسمتی یہ ہوئی کہ ایک شیرپا جو ہمارے ٹینٹ سے ذرا فاصلے پر تھا بچ گیا تھا اس کی وجہ سے ہم بچ گئے یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ باہر وہ بچا تھا کیونکہ اگر ہم میں سے کوئی باہر بچا ہوتا تو ہم میں غالباً اتنی ہمت نہ ہوتی کہ دوسروں کو برف میں سے کھود کر باہر نکال سکتے۔ شیرپا نے برف ہٹائی اور بڑی محنت کر کے ہمیں ٹینٹ میں سے باہر نکالا۔ اگر کچھ اور دیر ہو گئی ہوتی تو غالباً ہماری گنتی پوری نہ ہو سکتی۔۔۔۔۔"

"آپ کا ردعمل اس حادثہ کے پیش آنے پر کیا تھا؟ کیا آپ ڈر گئیں اور گھبرا گئیں؟ مثلاً ایک مذہبی آدمی ایسی صورت حال کے پیش آنے پر
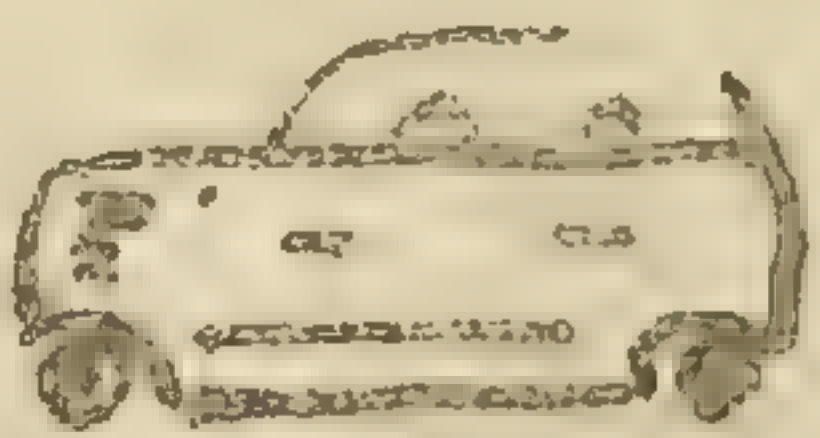
دعا کرتا۔۔۔۔۔ آپ نے کیا سوچا؟

طوفان دائیں طرف سے آیا۔ دائیں طرف کی برف میری اوپر آگری تھی۔ اور میں ٹینٹ کے اندر موجود لوگوں میں سب سے نیچے دب گئی تھی۔ میرا وزن سب سے ہلکا تھا مگر سب کے نیچے دبی ہوئی تھی۔ اس وقت ذرا بھی حرکت نہ کر سکتی تھی اس وقت پہلا خیال یہ آیا کہ اس جگہ پر ہم زیادہ لوگ ہیں (یعنی اس کیمپ میں) عام طور پر ایسی جگہ پر بائیس ۲۲ تیئیس ۲۳ افراد ہوتے ہیں۔ مگر راستے کے بارے میں پلان کافی حد تک طے ہو جانے کے باعث ہم قریباً سب کے سب وہاں موجود تھے۔ ہم کل ۳۲ افراد تھے۔ میں نے خیال کیا کہ بس سب کے سب ختم ہو گئے۔ اس وجہ سے اس حادثہ میں مرنیوالوں کی تعداد بتیس ۳۲ مجھے بہت زیادہ لگی۔ اگر یہ سب مر گئے تو اخبارات میں اتنے لوگوں کے باجماعت برفانی قبر میں دبنے کی خبر شہ سرخیوں سے آئے گی میرے رشتہ دار عزیز اور دوست اس خبر کو کن جذبات کے ساتھ پڑھیں گے۔ ایسے بہت سے سوچ ذہن میں آرہے تھے۔ لیکن سوچا کہ اگر خود ہمت نہ کی تو کوئی اور مدد کے لئے نہیں آئے گا۔ یہ سوچکر سینے کے قریب رکھا ہوا چاقو نکالا اور ٹینٹ کو چیرنا چاہا لیکن حرکت تو کر نہیں سکتی تھی۔ سینہ بوجھ سے دبا ہوا تھا۔ اور اوپر والی ہمراہی کے بالوں نے میرے چہرے کو ڈھانپا ہوا تھا۔ اور بال میرے منہ میں پڑ رہے تھے۔ اس وجہ سے اسے چاقو دے کر ٹینٹ کاٹنے کو کہا، وہ بھی حرکت نہ کر سکتی تھی کیسے کاٹتی ادھر سے مایوسی ہوئی تو دل بیٹھنے لگا اور آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ سانس لینی مشکل ہو رہی تھی۔ ایسی حالت میں یہاں مر گئی تو میرے چھوٹے چھوٹے بچوں کا کیا بنے گا؟ وہ کس حال میں بچپن کے دن گزاریں گے۔ اس قسم کے خوفناک اور بھیانک تصورات ذہن پر مسلط تھے۔ کچھ بھی سمجھ نہیں آرہی تھی۔"

میں ان کے مذہبی خیالات جاننا چاہتا تھا اس لئے پوچھا۔ آپ کا مذہب کونسا ہے؟ یہ ایک جاپانی کے لئے بہت پریشان کرنے والا سوال ہے کیونکہ ان کا مذہب کے بارے ایسا تصور

بھی نہیں ہے کہ کوئی معین رنگ میں اس سوال کا جواب دے سکے ۔ مَیں نے سوال کو آسان بنا کر پیش کیا ۔

" آپ کا خدا کے بارے میں کیا خیال ہے ۔ کیا آپ کو خدا یاد آیا ؟ "

" اس وقت تو خدا کے بارے میں کچھ نہیں سوچا ۔ بس یہی سوچ بار بار آتی تھی کہ برف کی اس قبر سے نکلنے کے لئے کچھ نہ کیا تو یہیں مر جاؤں گی "

" آپ کا موت کے بعد والی زندگی کے بارے میں کیا خیال ہے ؟ "

آگے کیا ہو گا یہ تو خود مرنے پر ہی پتہ چلنا تھا اس لئے اس بارے میں تو [illegible] ہاں پیچھے رہ جانے والوں [illegible] اس خیال سے کہ وقت کافی گذر چکا تھا ۔

مَیں نے آخری سوال کیا ۔

" آپ کا یہ انٹرویو نوجوانوں کے ایک رسالے کے لئے ہے ۔ پاکستان میں کوہ پیمائی مردوں میں بھی ابھی مقبول نہیں ہے ۔ عورتوں کے لئے تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ بھی کوہ نوردی کیلئے نکل سکتی ہیں کیا آپ نوجوانوں کو مدنظر رکھ کر کچھ کہنا چاہتی ہیں جو آپ کا یہ انٹرویو پڑھیں گے "

" مَیں پہاڑوں پر اس لئے جاتی ہوں کہ مجھے چوٹیاں سر کرنے کا شوق ہے نہ مردوں کے مد مقابل بن کر پہاڑ سر کرنے والی بات تو نہیں ہے البتہ یہ ضرور دکھانا چاہتی ہوں کہ عورتیں بھی ایسا کر سکتی ہیں ۔ مَیں تو سمجھتی ہوں کہ ہر ایک کو اپنی صحت کا کام پوری محنت سے کرنا چاہیئے ۔ اگر کسی کو کوہ نوردی کا شوق ہو تو اگرچہ مردوں جیسی طاقت اور رفتار نہ بھی ہو تو بھی اپنے مخصوص طریق اور آہستہ آہستہ چلنے کے ذریعہ یہ شوق پورا کیا جا سکتا ہے اس لئے یہ خیال درست نہیں کہ عورت ہونے کی وجہ سے یا بچے ہونے کی وجہ سے ہم ایسا نہیں کر سکتیں ۔ صرف عزم کی ضرورت ہے پھر سب کچھ کیا جا سکتا ہے "

بیس منٹ تو کب کے ختم ہو چکے تھے مسز تھابے صاحبہ کے انداز سے ظاہر تھا کہ وہ اکتا چکی گئی [illegible] کھانا [illegible] بھی [illegible] ابھی [illegible] انگریز اور [illegible] وقت کی کمی کے احساس سے چھوڑ دیا تھا ۔

" دنیا کی بلند ترین [illegible] پہنچ کر آپ کے تاثرات کیا تھے ؟ "

" چوٹی کے قریب بہت مشکل راستہ [illegible] یہ جنوبی چوٹی تھی ۔ آخری کیمپ سے پہلے گہری برف تھی سخت تھک گئے تھے ۔ شرپا اور مَیں باری باری راستہ بناتے تھے آگے سخت عمودی چڑھائی تھی ۔ بیس میٹر کا فاصلہ اول بدل کر چڑھے یہاں پہلی چوٹی (SOUTH COLUMN) [illegible] پہنچنے کے لئے کچھ [illegible] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بیس میٹر کا فاصلہ ہو گا ۔ گہری دھند کے باعث [illegible] کچھ نظر نہیں آتا تھا ۔ ہمارا راستہ [illegible] جیسا تنگ تھا [illegible]

طرف نیپال تھا۔ تو دائیں طرف چین (تبت) نیپال کی طرف جسم کو موڑے ہوئے اس حال میں چل رہے تھے کہ ہر لمحہ خطرہ تھا کہ اب گرے کہ اب گرے چل کہاں رہے تھے رینگ رہے تھے۔ جیسے دعا کرنے کی حالت میں ہوں۔ ہر قدم پر خطرہ تھا قدم قدم اس طرح چلتے رہے (نیپال کی طرف بوجہ غالباً چین کے خوف کے مارے رکھا ہوگا کہ چین کی طرف گرے تو لاش بھی نہیں ملیگی) جان کو ہتھیلی پر رکھکر یہ فاصلہ طے کیا۔ کلہاڑی (PICK AXE) تک استعمال کرنے کی صورت نہیں تھی۔ اس KNIFE RIDGE جگہ پر چلنے کے لئے صرف ہاتھوں کے توازن کے سوا چارہ نہ تھا سر چین کی طرف کرکے اور ٹانگیں نیپال کی طرف کرکے رینگ رینگ کر پچیس میٹر نیچے اُترے اب تک دوسرا کیمپ نظر نہیں آرہا تھا یہاں سے پہلی دفعہ نظر پڑا۔ بہت ہی تیز (عمودی) ڈھلان تھی۔ کیمپ ایک مٹر کے دانے کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ اردگرد کے بادلوں کا وہی منظر تھا جو طیارے سے نظر آتا ہے۔ بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ بالفرض ثریا اس حال میں اگر پھسل جاتا تو مَیں اسے سنبھال نہ سکتی تھی۔ مَیں پھسل جاتی تو وہ سنبھال نہ سکتا تھا اس وجہ سے بہت ہی خطرہ محسوس کیا موت اس قدر قریب نظر آتی تھی کہ میرا سر چکرانے لگا۔ یہ پچیس میٹر اترنے کے بعد پہلی دفعہ دونوں

قدموں پر بوجھ ڈالنے کی جگہ میسر آتی تھی۔

"آگے پندرہ میٹر کی چڑھائی تھی اس جگہ تک پہنچنے کے لئے جس کا نام ایورسٹ کے پہلے فاتح ایڈمنڈ ہلاری کے نام پر HILLARY'S CHIMNEY ہے وہاں برف بہت زیادہ جمی ہوئی تھی اس کو ہٹا کر چڑھائی شروع کی۔ دو چٹانوں کے درمیان ایک دراڑ تھی اس کے راستے چڑھنا شروع کیا۔ قدموں کے نیچے بہت دور گہرائی میں دوسرا کیمپ نظر آتا تھا۔ ہاتھوں کی مدد سے چڑھ تو رہے تھے لیکن ساتھ ہی یہ دھڑکا بھی لگا ہوا تھا۔ کہ واپسی پر کیسے اتریں گے لیکن اب تو چڑھے بغیر چارہ نہ تھا۔ پوری ہمت استعمال کی۔ یہ مرحلہ جسمانی اور ذہنی قویٰ کی جستجو کی انتہائی حدوں کو چھونے والا تھا۔ اب مزید برداشت ممکن نہ تھی۔ بس رینگ رہے تھے کہ کبھی تو آخرکار یہ منزل بھی طے ہو ہی جائے گی .... اسی حال میں اچانک ہم چوٹی پر پہنچ گئے۔ چین کے سیاہ پہاڑ نظر آ رہے تھے۔ لیکن خوشی یا معرکہ مار لینے والا کوئی گہرا احساس نہ تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ جسم و جان کو کچھ دیر کے لئے اس انتہائی صعوبت سے نجات مل گئی تھی جس میں اب تک مبتلا تھے۔ یعنی کوئی ایسا تاثر ہرگز نہ تھا کہ I DID IT میں نے معرکہ مار لیا۔ یعنی کسی گہری خوشی کا احساس نہ تھا۔ یہ اس چوٹی پر پہنچنے کے وقت کی اصل اور دیانتدارانہ رائے ہے۔"

"آپ کا بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے باوجود بیمار ہونے کے مجھے وقت دیا۔ اور اس قدر شفقت سے پیش آئیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہت جلد صحت عطا فرمائے۔"

انہوں نے نہایت ہی انکساری کے لہجے میں میرے ممنونیت کے بوجھ کو کم کرنے کے لئے معذرت کی کہ وہ مجھے ملنے کے لئے زیادہ بہتر جگہ اور موقع کا انتظام نہیں کر سکیں۔ میں دل میں ان کی سادگی اور خلوص کے بارے میں بہت خوشگوار تاثر لے کر ان سے رخصت ہوا۔

انٹرویو کی ریکارڈنگ کا کافی حصہ جاپانی میں تھا اس کا اردو میں ترجمہ محترم عطاء المجیب صاحب راشد کی شفقت کا تحفہ ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ ان کے کام میں بہت برکت ڈالے۔ اور بہت جلد جاپانی قوم اسلام کی حسین اور شرف عطا فرمانے والی تعلیم کی دعوت کو قبول کر لے۔ آمین۔

قائدین کرام کی توجہ کیلئے

۳۱ اخاء ۱۳۵۷ ہش مطابق ۳۰ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو تحریک جدید کا مالی سال ختم ہو رہا ہے اس لئے قائدین کرام سے درخواست ہے کہ وہ وعدہ کنندگان سے چندہ تحریک جدید کی وصولی کی کوششیں تیز تر کر دیں۔ نیز خدام سے جلد از جلد وعدہ جات پورے کروا کر اس عظیم مالی جہاد میں شامل ہونے کی گزارش ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ [illegible]

مشاہیر اسلام

فلکیات اور طب کے ماہر

"ابن رُشد"

(جناب طارق احمد بٹ - کراچی)

اُندلس کے دار الحکومت قرطبہ نے ہر دور میں بڑے بڑے مسلمان مشاہیر پیدا کئے - یوں تو اُندلس کے ہر مسلمان حکمران نے علم و ادب کی اشاعت اور مدارس کی تعمیر میں حصّہ لیا - اور ان کے مدارس نے بڑا نام پایا - لیکن اموی حکومت کے مؤسس عبد الرحمٰن الداخل (۱۳۸ھ تا ۱۷۲ھ) کی بنائی ہوئی جامعہ تمام جامعات سے بازی لے گئی - بڑے بڑے علماء، فقہاء - اطبّا، محدثین، مہندسین، اور فلاسفہ اسی جامعہ سے متعلق تھے۔

جامعہ قرطبہ کے فارغ التحصیل طلبہ میں ایک نام بہت ہی نمایاں اور اہم ہے - جس نے بڑا نام پیدا کیا اور وہ شہرت حاصل کی - جو اس سے پہلے یا اس کے بعد قرطبہ کے کسی طالبعلم کو حاصل نہ ہو سکی - اس نے خود کو متقدمین کی کتابوں اور فلسفے کے لئے وقف کر دیا اور ایسے نکات ان کے آثار سے اہل علم فائدہ اٹھا رہے ہیں - بلا شبہ ان کا شمار قرونِ وسطیٰ کے عظیم ترین حکماء میں ہوتا ہے - اور اہل یورپ نے انکی علمی خدمات اور فلسفیانہ افکار کو بہت اہمیت دی ہے -

یہ ابو الولید محمد بن احمد بن محمد بن رُشد تھے، جو تاریخ اسلام میں ابنِ رُشد کے نام سے مشہور ہیں - ۵۲۰ھ میں امیر علی بن یوسف المرابطین (۵۰۰ھ تا ۵۳۷ھ) کے عہد میں قرطبہ میں پیدا ہوئے - اندلس کے معزز ترین خاندان سے تعلق رکھتے تھے - ان کے والد محمد اور دادا احمد کا شمار اپنے وقت کے مشہور فقہاء میں سے تھا - اور دونوں قرطبہ اور اشبیلیہ میں قضا کے فرائض انجام دے چکے تھے اور اکثر فطری خصوصیات اور استعداد ذہنی انہوں نے اپنے اسلاف سے ورثے میں پائیں -

ابن رُشد نے جب ہوش سنبھالا مرابطین کی حکومت کا زوال شروع ہو چکا تھا - ۳۹۹ھ میں منصور اعظم کی وفات کے بعد اندلس نے جس صورتِ حال کا سامنا کیا تھا وہ ایک بار پھر سامنے آ رہی تھی ——— لیکن مراکش میں امام غزالیؒ کے شاگرد محمد بن تومرت نے مرابطین کے بوسیدہ

کھنڈروں پر جس حکومت کی بنیاد رکھی اس نے اندلس میں مسلمانوں کی گرتی ہوئی عمارت کو سہارا دیا۔ موحدین کے دوسرے حکمران اور ابن تومرت کے جانشین عبدالمومن بن علی نے (۵۲۴ھ تا ۵۵۸ھ) اندلس فتح کر کے اسے اپنی حکومت کا ایک حصہ بنا دیا۔ اسی حکمران کی تخت نشینی کے دوسرے سال ۵۳۰ھ میں اٹھارہ برس کی عمر میں ابنِ رشد نے مراکش کا رُخ کیا۔

۵۵۸ھ میں عبدالمومن کی جگہ ان کے بیٹے یوسف نے لی۔ وہ علم و حکمت کے بہت شیدائی تھے۔ مشہور حکیم اور فلسفی ابنِ طفیل ان کے دربار سے منسلک تھے۔ اس نے ابنِ رشد کی شخصیت کو بہت پسند کیا۔ اور اپنے رسالہ "حیّ بن یقظان" میں اسے شاندار خراجِ تحسین پیش کیا۔

ایک روز امیر یوسف نے ابنِ طفیل سے کہا کہ وہ ایک ایسے عالم کو پیش کرے جو ارسطو کی تالیفات سے پوری طرح آگاہ ہو۔ اور اس کی تشریح و توضیح کر سکے ۔۔۔ ابنِ طفیل نے اس مقصد کے لئے ابنِ رُشد کو پیش کیا ۔۔۔ ابنِ رشد نے پہلی ملاقات ہی میں امیر یوسف کو از حد متاثر کیا۔

قرطبہ میں قضا کا عہدہ خالی ہو جانے کے بعد ابنِ رشد کو قرطبہ کا قاضی مقرر کیا گیا۔ اس طرح ابنِ رُشد نے اپنے باپ کا مقام حاصل کر لیا۔

یوسف بن عبدالمومن کے عہد میں ابن رشد کا سب سے بڑا علمی کارنامہ ارسطو کی کتابوں کی شرح اور تلخیص ہے۔ بلاشبہ وہ ارسطو کے شارح کہے جانے کے مستحق ہیں ۔۔۔ مغرب میں ابن رشد کو وہی مقام حاصل ہے جو مشرق میں ابونصر فارابی کا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ابن رشد کو ایک بڑے بادشاہ کی سرپرستی اور مراعات حاصل تھیں۔ اور فارابی نے دمشق میں باغبانی کر کے اپنی زندگی کے دن پورے کئے۔

امیر یوسف کے بعد ان کے لڑکے یعقوب المنصور تخت نشین ہوئے۔ اس نے ابن رشد کے مرتبہ میں اور اضافہ کیا اور اپنا مقرب بنا لیا۔ یہ امر دشمنوں اور حاسدوں کے لئے باعثِ تشویش بنا۔ انہوں نے ان کی تصانیف سے غلط اور لغو مطلب نکال کر امیر کو ابن رشد کے خلاف کر دیا۔ اور چند لوگوں کو امیر کے پاس بھیجکر ابن رشد کے مرتبے اور اقتدار کو زائل کرنے کی کوشش کی اور مذہب کی آڑ لے کر شکایات شروع کر دیں۔

منصور نے انہیں طلب کر کے اسی حالت میں خارج البلد کر دینے کا حکم دیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ ان لوگوں کو بھی جلا وطن کئے جانے کے احکامات نافذ کر دیئے۔ جو علوم فلسفہ میں بحث کرتے تھے ۔۔۔ اس طرح ستّر برس کے بوڑھے ابن رشد ایک چھوٹے سے قصبے "لیسانہ" جلا وطن کئے گئے جہاں یہودیوں کی اکثریت تھی۔ یہ جلا وطنی ان کے لئے ایک سخت قسم کی

محرا تھی۔ ان کے بعض دشمنوں نے یہ بھی مشہور کیا کہ:۔

"منصور باللہ نے ابن رشد کو ان کے اصلی وطن اور اپنی قوم کے شہر کی طرف لوٹا دیا ہے کیونکہ ان کا یہودی سے تعلق ہے"

کچھ مدت بعد امیر یعقوب پھر فلسفے کی طرف مائل ہوئے تو انہیں ابن رشد کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ امیر نے ابن رشد پر احسان کرنے اور اپنی گذشتہ غلطیوں کی تلافی کرنے کے لئے انہیں مراکش آنے کی دعوت دی۔ لیکن اب ان کا وقت پورا ہو چکا تھا۔ مراکش پہنچنے کے چند ماہ بعد ابن رشد سخت بیمار ہوئے اور ۹ صفر ۵۹۵ھ میں وفات پائی۔

ابن رشد اندلس کے رہنے والے تھے۔ اندلس کی تاریخی حیثیت اور اس کے آثار کی وجہ سے ابن رشد کو تاریخ عالم میں ایک بڑا مرتبہ حاصل ہے۔ انہوں نے امیر یوسف اور امیر یعقوب جیسے مشہور فرمانرواؤں کی مصاحبت اختیار کی جن کی عسکری قوت کا یہ عالم تھا کہ مشرق کے مشہور فرمانروا غازی صلاح الدین ایوبی نے ان سے مدد طلب کی ـــــ اور انگلستان کے حکمران جان نے بھی ان کے آگے سپر ڈال دی۔ اور لکھا کہ:۔

"آپ میری اعانت کے لئے فوج بھیج دیں۔ مجھے آپ کی ہر شرط منظور ہے۔ حتیٰ کہ میں اسلام قبول کرنے کے لئے بھی تیار ہوں"

ابن رشد فلکیات اور طب کے بڑے ماہر تھے۔ فنون ادب کا ذوق بھی رکھتے تھے۔ زمانہ جاہلیت اور اسلام کے عربی اشعار کا مطالعہ کیا تھا اور اس وقت کے مشہور شعراء کے اشعار انہیں حفظ تھے۔

وہ فلسفہ میں ابن باجہ اور ابن طفیل جیسے فلاسفہ کے شاگرد رہے۔ مشہور اطباء ابو بکر بن زہر، اور ابو مروان بن زہر، ان کے ہمعصر تھے ـــــ انہیں مؤطا امام مالکؒ حفظ تھی انہوں نے بحیثیت فقیہہ بہت سے مقدمات کے

فیصلے انجام دیئے اور ایک نادر کتاب "دینیات" پر لکھی ـــ فقہ میں ان کی ھدایۃ المجتھد والنهایۃ المقتصد ـــ مختصر المستصفی فی اصول الفقہ، الزعاوی ـــ دروس فی الفقہ عربی کتاب فی الذبیح ـــ کتاب الخراج ـــ الکسب الحرام کے علاوہ کتاب التحصیل نے بڑی شہرت پائی۔ نیز علم اصول فقہ پر "منہاج الادلہ" لکھی۔

یہ ان کے فقہی علوم کا نتیجہ تھا جن کے باعث انہوں نے اپنی زندگی ہی میں بڑی شہرت پائی۔ ان کا شہرہ اندلس کی سرزمین سے باہر افریقہ کے صحراؤں کو طے کرتا ہوا ممالک شرقیہ میں بھی جا پہنچا۔ اور امام فخر الدین رازیؒ کو جو اس وقت ممالک شرقیہ میں بیشتر امام اور مسلم عالم سمجھے جاتے تھے، ابن رشد سے ملاقات کا شدید شوق پیدا ہوا اور وہ اسی ارادہ سے مصر کے شہر اسکندریہ تک آئے مگر جب یہ خبر ملی کہ المنصور باللہ نے انہیں قید و بند میں ڈال دیا ہے تو اپنے وطن "رے" چلے گئے اور اس طرح دونوں علماء کی ایک دوسرے سے ملاقات نہ ہو سکی۔

طب میں بھی ابن رشد نے بڑی ناموری حاصل کی اور امیر یوسف کے طبیب خاص بھی رہے۔ طب کی علمی اور عملی شقوں پر انہیں مکمل عبور حاصل تھا۔ گو ان کے معالجات کم تھے لیکن جس قدر بھی ہوئے وہ معرکۃ الآراء تھے ـــ

علم طب میں ان کی "الکلیات" بہت اہم تصنیف سمجھی جاتی ہے جس کا عبرانی ترجمہ آج بھی موجود ہے۔ وہ اپنی طب کی کتاب الکلیات لکھنے میں معروف تھے کہ انہوں نے اپنے فاضل ہمعصر ابومروان بن زہر سے کہا۔

" آپ ایک کتاب جزئیات طب پر
لکھیں تاکہ میری اور آپ کی دونوں
کتب مل کر اس فن کے ہر مسئلہ پر
حاوی کتاب ہو جائے اور اس
کے سوا دوسری کتب دیکھنے کی
پھر کسی کو حاجت ہی نہ رہے "

ابومروان بن زہر نے ابن رشد کی ایماء پر "التیسیر" کے نام سے ایک کتاب لکھی جو بڑے عرصہ تک درس میں داخل رہی ـــــ ابن رشد وہ پہلے شخص تھے جس نے یہ دریافت کیا کہ چیچک کا مرض اگر ایک دفعہ کسی کو ہو جائے تو دوبارہ اس کا دوبارہ حملہ نہیں ہوتا۔

ابن رشد نے ۳۶ سال تالیف میں گزارے اس کام کو سوائے قید و بند اور آلام کے زمانے کے کبھی ترک نہیں کیا۔ ابن رشد کی قوی عقل اور غالب ارادے نے فکر کے طریقوں سے کبھی انحراف نہیں کیا۔ ابن رشد کی تصنیفات فلسفہ، طب، فقہ، اور کلام وغیرہ پر مشتمل ہیں۔

ابن رشد کی طرز زندگی میں علمی مذاق اور ذوق و شوق ہمیشہ غالب رہا۔ وہ اکثر دورہ پر جاتے کبھی قرطبہ اور کبھی اشبیلیہ اور کبھی مراکش جب وہ مراکش میں ہوتے تو ان کی قیمتی کتب کا ذخیرہ ان کے وطن میں تھا اور وہ کسی کتاب سے مدد نہ لے سکتے تھے۔ اس پر بھی انہوں نے ارسطو کی کتاب "الحیوان" کی شرح محض اپنی یادداشت سے لکھی۔ فارابی اور ابن سینا کے بعد وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ارسطو کی کتاب کی شرحیں لکھیں۔ اور اس پر تنقید کی۔ ابن رشد نے بطلیموس کی مشہور کتاب "مجسطی" کی بھی تلخیص کی جو ایک قابل قدر کتاب ہے۔

ارسطو کی کتاب پر کسی نے بھی ابن رشد کی طرح بحث نہیں کی۔ ابن رشد کی تصنیفیں بہترین اور مکمل ثابت ہوئیں۔ اور مغرب کے فلاسفہ عرصے تک یہی کہتے رہے کہ

" ارسطو طبیعت (NATURE)
کا ترجمان ہے اور ابن رشد ارسطو کا "

بلاشبہ ابن رشد کو فلسفہ، ہیئت، طب، کلام اور فقہ میں ایک بہت بڑا مقام حاصل ہے۔ وہ خالص علمی آدمی تھے ـــــ انہوں نے سن شعور تک پہنچنے کے بعد صرف دو راتیں ایسی گزاریں جن میں انہیں اپنا مطالعہ چھوڑنا پڑا۔ ایک وہ رات جس میں ان کے باپ نے وفات پائی۔ دوسری وہ رات جس میں ان کی شادی ہوئی۔

ابن رشد کا طرز تحریر خشک اور ادبی لطافتوں سے خالی ہے۔ وہ اشخاص کا ذکر

کرتے ہیں اور ان پر تنقید کرتے ہیں ———

غزالی اور ابن رشد کی بابت کہا جاتا ہے کہ ابن رشد نے فلسفہ کی جانب سے مدافعت کی ہے اور امام غزالی نے فلسفہ پر حملہ کیا ہے۔

ابن رشد، ابن باجہ کے بڑے پرستار تھے۔ وہ انہیں اندلس میں "فلسفہ کا باپ" کہتے تھے ——— ابن رشد نے مغرب میں سب سے زیادہ شہرت حاصل کی۔ گیارھویں صدی میں ارسطو کا فلسفہ اسپین میں اس قدر اشاعت پذیر ہو گیا کہ اس کے سامنے مذہبی طبقہ کو سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ اور یہ سب ابن رشد کا رہین منت ہے ——— انکے فلسفہ نے تقریباً چار صدیوں تک یورپ پر حکومت کی ؛

شکاریات

تحریر:- جم کاربٹ

باتیں جنگل کی

(ترجمہ: میجر منظور احمد - ریٹائرڈ - ساہیوال)

جنگل کا علم :-

۱- قارئین! گذشتہ قسط میں ہم نے لکھا تھا۔ کہ جنگل کا علم ہر کوئی جذب کرسکتا ہے۔ بشرطیکہ شوق اور آمادگی ہو۔ راقم الحروف کو ایک بار جنگل کے ایک کیمپ سے دوسرے کیمپ تک ایک دوست کے ہمراہ جانے کا اتفاق ہوا۔ اپریل کا مہینہ تھا۔ ہم نے کوئی بارہ میل کا فاصلہ طے کیا۔ جنگل میں جشنِ بہاراں تھا۔ درخت، جھاڑیاں بیلیں خوبصورت پھولوں سے لدی ہوئی تھیں۔ کوہ و دمن چراغِ لالہ سے روشن تھے۔ وادیاں سبز پوش تھیں۔ خوبصورت پرندے اور تتلیاں ڈال سے ڈال اور پھول سے پھول آجا رہی تھیں۔ ہوا عطر بیز تھی۔ اور خوش الحان پرندوں اور طوطیوں کے زمزمے فضاؤں میں گونج رہے تھے۔ سفر ختم ہونے پر میں نے اپنے دوست سے پوچھا۔ کہئے! کیا آپ اس سفر سے لطف اندوز ہوئے؟ "خاک بھی نہیں"۔ ان کا جواب تھا۔ انتہائی بور کر دینے والا سفر تھا۔ میں تو سخت تھک گیا ہوں۔" اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

۲- اب ایک دوسرا کیس سنئے۔ میں بمبئی سے نیروبی جا رہا تھا۔ ہمارے جہاز میں پانچ اور صاحبان نیروبی جا رہے تھے۔ کچھ شکار کے لئے اور کچھ اپنے فارموں کی دیکھ بھال کے لئے وہ مصروفِ گفتگو تھے۔ اور میں کونے میں بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ کیونکہ مجھے سمندری سفر میں متلی بہت ہوتی ہے۔ ایک صاحب کی آواز میرے کانوں میں پڑی۔ "میں شیروں کے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں"۔ "میں پورے چودہ دن محکمہ جنگلات کے ایک افسر کا مہمان رہ کر آیا ہوں"۔ ــــ ظاہر ہے یہ دعویٰ کبھی غلط تھا۔

۳- جنگل کا علم مسلسل مشاہدہ، عمر بھر کی بیاباں نوردی اور دیکھنے والی آنکھ چاہتا ہے جس کچی سڑک پر آج آپ ایک سانپ کی لکیر دیکھ رہے ہیں۔ وہ سورج نکلنے سے ایک گھنٹہ پیشتر یہاں سے گزرا تھا۔ وہ سڑک کے دائیں سے بائیں گیا تھا۔ اس کی موٹائی تین انچ تھی اور وہ یقیناً زہریلا تھا۔ کل شاید آپ اسی سڑک پر ایک اور لکیر دیکھیں جو بائیں سے دائیں جانے والے سانپ کی ہو۔ جو صرف پانچ منٹ پہلے گزرا ہو۔ پانچ انچ موٹا ہو۔ اور زہریلا نہ ہو۔ غرض

اسی طرح مشاہدہ تجربہ اور شوق آپ کے علم کو بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ اگر کسی کو جنگل سے دلچسپی ہی نہ ہو۔ یا کوئی یہ سمجھے کہ عمر بھر میں حاصل ہونے والی باتیں محض چودہ دن جنگلات کے ایک افسر کے پاس رہ کر سیکھی جا سکتی ہیں تو وہ آخر دم تک کچھ نہ سیکھ سکے گا۔

۴۔ اب تو جنگلات کو دھڑا دھڑ کاٹا جا رہا ہے اور ان میں آبادیاں اُبھر رہی ہیں کیونکہ دنیا کی آبادی بے تحاشا بڑھ رہی ہے۔ میرے بچپن اور عنفوانِ شباب کے زمانے میں جنگل ہر قسم کے شکار اور ہر قسم کے چرند پرندے بھرا پڑا تھا۔ مگر اب اُن جانوروں کی تعداد میں تشویشناک حد تک کمی ہوتی چلی جا رہی ہے۔ دوسری افسوسناک صورتِ حال یہ ہے کہ حکومتیں صنعتی فوائد کے پیشِ نظر خاص قسم کی لکڑی حاصل کرنے کے لئے ایک خاص ترتیب سے جنگلات کی کاشت کروا رہی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بیشمار قسم کی خودرَو قسم کی پھولدار جھاڑیاں۔ بیلیں اور پھلدار درخت ناپید ہو گئے ہیں جن پر بہت جانور اور پرندے گذر بسر کرتے تھے۔ اور جنگلات خوبصورت پرندوں۔ تتلیوں۔ شہد کے چھتوں اور شکار کے قابل جانوروں سے محروم ہو گئے ہیں۔

۵۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام جنگلی زندگی اپنے قدرتی ماحول میں ہی پھلتی پھولتی ہے اور قدرت نے مختلف جانوروں اور پرندوں کی خوراک کا ایک متوازن نظام قائم کر رکھا ہے۔ جس پر چل کر وہ خوش و خرم زندگی بسر کرتے ہیں۔ شروع شروع میں مَیں ترس کھا کر کسی چھوٹے پرندے یا جانور کو کسی عقاب یا جنگلی بلّے کے پنجوں سے بچانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ مگر مجھے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ اس طرح مَیں دراصل دو جانوں کو ضائع کرتا تھا۔ شکاری پرندوں کے پنجے اور شکاری جانوروں کے ناخن ایک قسم کے زہر میں بجھے ہوتے ہیں۔ جس پرندیا جانور کو وہ ایک بار پکڑ لیں۔ وہ زخموں سے جانبر نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسے شکار کو چھڑوا بھی لیا جائے تو شکاری جانور تو بہرحال اپنی بھوک مٹانے کے لئے کوئی دوسرا شکار پکڑ لے گا۔ مگر چھڑوایا ہوا جانور بھی بچ نہ سکے گا۔ لہذا پھر مَیں نے جنگل کی سلطنت کو جنگل کے قانون پر ہی چھوڑ دیا۔

۶۔ مختلف شکاری جانور اپنے شکار کو مختلف طریقوں سے تناول فرماتے ہیں۔ عقاب عام طور پر ہوا میں پرندوں کو پکڑتا ہے اور ہوا میں ہی دسترخوان لگا کر انہیں نوشِ جان کرتا ہے۔ شیر کبھی اپنے شکار کو پہلے لنگڑا کر دیتا ہے اور پھر اسے قابو کر کے مارتا ہے مگر کبھی کبھی پہلے حملے میں ہی کام تمام کر دیتا ہے۔ جنگلی جانور کسی چھوٹے جانور کو محض خوراک کی خاطر ہی مارتے ہیں۔ بلاضرورت یا تفریحاً شکار نہیں کرتے سوائے جنگلی بلّے اور نیولے کے جو محض شکار کی خاطر بھی جانوروں کی جان لے لیتے ہیں۔

میری شہرت بطور شکاری دور و نزدیک پہنچ چکی تھی۔ ایک بار مجھے کمشنر صاحب کا خط ملا کہ گورنر صاحب بہادر نے ایک خوبصورت اژدہا لکھنؤ کے چڑیا گھر کے لئے مانگا ہے۔ کیا اس سلسلے میں تم کچھ مدد کر سکتے ہو؟ میں نے جواباً عرض کیا۔ کہ ایک اژدھے کو میں عرصے سے جانتا ہوں۔ آپ تشریف لے آئیں میں آپ سے ملاقات کروا دونگا کچھ دنوں کے بعد وہ ایک ہاتھی پر مع دو شکاریوں کے تشریف لے آئے۔ اور میں انہیں جنگل میں اژدھے کی قیامگاہ کی طرف لے گیا۔

اژدہا ایک نالے میں لیٹا ہوا تھا۔ اور اس کے بدن پر کوئی دو تین انچ اوپر تک نہایت شفاف پانی کی رو بہہ رہی تھی۔ کمشنر صاحب دیکھتے ہی کہنے لگے۔ بالکل یہی۔ بالکل یہی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی ابھی چڑیا گھر کے لئے بنا ہے۔ اور دیکھو صاف شفاف پانی میں یوں لگتا ہے۔ جیسے کسی عجائب گھر میں شیشے کے شوکیس میں سجا ہوا پڑا ہو۔ جونہی ہم قریب پہنچے تو کمشنر صاحب نے اپنی رائفل مجھے تھما دی۔ اور خود ہاتھی سے اتر کر دونوں شکاریوں کے ہمراہ اژدھے کی جانب بڑھے مجھے آجتک افسوس رہا کہ میرے ہاتھ میں رائفل کی بجائے فلم کیمرہ کیوں نہ ہوا۔ کیونکہ جو دلچسپ منظر اس کے بعد گذرا وہ فلمانے کے لائق تھا۔

کمشنر صاحب کا منصوبہ یہ تھا کہ ایک بڑا

رسّہ لیا جائے اور اس کے ایک سرے پر پھندا بنایا جائے۔ اژدھے کی دُم کو اس پھندے میں ڈالکر کھینچ لیا جائے۔ اور گھسیٹ کر ہاتھی پر لاد لیا جائے بہت کچھ پس و پیش کے بعد شکاری اس بات پر راضی ہوئے۔ اب یہ تینوں بہادر رسّے کو ہاتھ میں لئے ہوئے چلے۔ ہر شخص پھندے والے سرے سے دُور ترین رہنے کی کوشش کر رہا تھا۔ گو مگو کی حالت میں کبھی آگے چلتے کبھی پیچھے ہٹتے۔ آخر کمشنر صاحب کے اُکسانے پر آگے بڑھے اور ندی میں اُترے جب اژدھے کی دُم کوئی ایک ہاتھ کے فاصلے پر رہ گئی۔ تو ہر شخص اشاروں کنایوں سے ایک دوسرے کو کہنے لگا کہ تم پھندا ڈالو۔ تم پھندا ڈالو۔ اتنے میں اژدھے نے اپنا سر آہستہ سے اُوپر اٹھایا۔ اور ان شکاریوں کی جانب سرکنا شروع کیا۔

"بھاگو صاحب!!!"

ایک شکاری چلّایا۔ اور تینوں صاحبان رسّہ پھینک جس طرف کسی کے سینگ سمائے۔ سر پہ پاؤں رکھکر بھاگ نکلے۔ میرا اور صادق کا مارے ہنسی کے بُرا حال ہو رہا تھا۔

شخصیات

کنفیوشس

(سیّد حسین احمد)

کنفوشس اخلاقی مقولات کی تخلیق میں دنیا بھر میں مشہور ہے - ان میں سے ایک سنہری اصول کہلاتا ہے "جو چیز تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے - دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرو"

کنفوشس عظیم چینی فلاسفر کی حیثیت سے معروف ہے - اس کے قبیلہ کا نام Kung تھا اس کے آبائی وطن میں اس کو Kung Fu Tze کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور کنفوشس اس کی بگڑی ہوئی لاطینی شکل ہے - یہ ۵۵۱ قبل مسیح میں Lu کی ریاست میں پیدا ہوا - پندرہ برس کی عمر میں اس نے خود کو حصول علم کے لئے وقف کر دیا - بائیس برس کی عمر میں اس نے ایک ایسے سکول کا تخیل پیش کیا جس میں نوجوانوں کو صحیح فکر اور طریق حکومت کی تعلیم کا منصوبہ تھا اس نے اس منصوبہ کو جلد عملی جامہ پہنا دیا - اور ایک وقت میں تقریباً تین ہزار عالم اور مفکر اس میں تعلیم پاتے تھے -

جب یہ باون سال کا ہوا تو اسے اپنے شہر کا مجسٹریٹ مقرر کر دیا گیا۔ وہ اس فریضہ میں بہت کامیاب رہا۔ اور ترقی دے کر اس کو جرائم کی وزارت سونپ دی گئی۔ رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ کنفیوشس کے آتے ہی جرائم میں بہت کمی واقع ہو گئی اور لوگوں میں بہت تبدیلی رونما ہو گئی۔ مگر چند سالوں بعد ہی سیاسی وجوہ کی بناء پر اسے وزارت سے استعفیٰ دینا پڑا۔ پھر اس نے چین کی سیاحت کی ٹھانی اور تیرہ سال بعد جب واپس آیا تو پھر اسے ایک سیاسی عہدہ کی پیشکش کی گئی جسے اس نے ٹھکرا دیا۔

کنفیوشس کا یہ ایمان تھا کہ قدیم چینی ضابطہ اخلاق ہی دراصل تمام معاشی اور سیاسی اقدار کی بنیاد ہے اس نے یہ نکتہ پیش کیا کہ حاکم اور محکوم کے درمیان باپ اور بیٹے کے رشتہ کی طرز پر تعلقات ہونے چاہئیں۔ اسکی دیرینہ آرزو تھی کہ چین کا کوئی حکمران اس کی تعلیمات کی روشنی میں حکومت کرے مگر یہ خواہش کبھی پوری نہ ہو سکی حتیٰ کہ اسے ۴۷۸ قبل مسیح میں موت نے آ لیا۔

ایک دفعہ حضرت امام جعفر صادقؒ نے حضرت امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا کہ عقلمند کون ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ جو خیر و شر میں تمیز کرے۔ تاکہ وہ دو چیزوں میں سے خیر الخیرین کو اختیار کرے اور دو شروں میں سے کم شر کو اختیار کرے۔

(تذکرۃ الاولیاء صـ۲۲)

سوال وجواب

"سوال آپ کا جواب ہمارا"

ادارہ "خالد" اس ماہ سے سوال وجواب کا سلسلہ شروع کر رہا ہے۔ امید ہے کہ خدام کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ اور خدام زیادہ سے زیادہ دلچسپ علمی، سائنسی، تاریخی اور دینی سوالات بھجوایا کریں گے۔ ——— (ادارہ)

سوال:- کیا خرگوش حلال ہے یا نہیں؟

جواب:- حلت وحرمت کا اصول یہ ہے کہ ہر چیز حلال ہے سوائے اس کے جس کی حرمت کا اعلان قرآن کریم نے کیا۔ یعنی مردار، خون، سؤر کا گوشت اور وہ ذبیحہ جس پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔

بعض لوگ خرگوش کو اس لئے حرام کہتے ہیں۔ چونکہ حلال جانور کے نیچے کے دانت ہوتے ہیں اس کا پاؤں دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ وہ زمین کے اوپر رہتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے یہ خرگوش حرام ہے۔ یہ سب علامات کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کی شریعت نے نہیں بتائیں۔ اس لئے من گھڑت اور ایجاد بندہ ہیں۔

حلال کی مزید اقسام طیّب۔ مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی ہیں۔

طیّب وہ ہے جو ہر لحاظ سے اچھا ہو اس کی حلّت کے واضح دلائل ہوں اور طبیعت بھی اسے پسند کرے۔ ممکن ہے کہ خرگوش مکروہ تنزیہی سے متعلق ہو۔ کیونکہ آنحضورؐ نے ایک موقع پر اس کے متعلق فرمایا ہے۔ لا آكله ولا أحرّمه

(ترمذی ابواب الاطعمہ)

ایک موقع کی بات ہے جسے حضرت انسؓ نے بیان فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو طلحہؓ مرّ الظہران سے خرگوش پکڑ کر لائے اور اس کی ران حضورؐ کی خدمت میں پیش کی تو حضورؐ نے اسے قبول فرما لیا۔ اس لحاظ سے خرگوش کی حلّت تو قطعی ہے۔ رہا اس کا طیّب ہونا تو اس کا زیادہ تر انحصار چیز کی عمدگی اور استعمال کرنے والے کی طبیعت پر ہے

خرگوش کے غیر طیّب ہونے کی بنیاد یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ جیسے جلیل القدر بزرگوں نے اسے ناپسند فرمایا۔ اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ انها تدمى۔ کہ اسے حیض آتا ہے لیکن یہ بھی کوئی شرعی وجہ نہیں۔ اسے شریعت نے حلّت یا حرمت یا طیّب وغیر طیّب ہونے کا معیار قرار نہیں دیا۔

سوال:- جب امام نماز میں سورۃ الفاتحہ یا قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہو۔ تو کیا مقتدی دل میں

فاتحہ (آہستہ) پڑھ سکتے ہیں۔ ارشاد قرآنی
وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ کی روشنی میں جواب دیں۔

جواب:۔ آہستہ قراءت استماع کے خلاف نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ قرآن سے بے توجہی نہ برتی جائے۔ نیز آنحضورؐ کا سورۃ الفاتحہ کی اہمیت کے بارہ میں یہ ارشاد بھی ہے کہ اسے ضرور پڑھا جائے۔ حضورؐ کے ارشاد کا یہ مفہوم زیادہ نمایاں ہے کہ فاتحہ کے پڑھے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں۔ کیونکہ یہ سورۃ السبع المثانی یعنی بار بار دہرائی جانے والی ہے اور یہ سارے قرآن کا خلاصہ ہے اس لئے اس سورۃ کے پڑھنے کی خاص طور پر تاکید فرمائی۔ فرمایا۔ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب۔ اور قرأت خلف الامام کا ایک یہ بھی مفہوم ہے کہ مقتدی دل و دماغ میں قرآن کو امام کے ساتھ ساتھ مستحضر کرتا چلا جائے۔

سوال:۔ اگر وتر کی تینوں رکعات میں تشہد کے لئے نہ بیٹھا جائے تو کوئی گناہ ہوگا؟

جواب:۔ ادائیگی وتر کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ نمازی دو رکعت کے بعد تشہد پڑھ کر کھڑا ہو جائے۔

۲۔ دو رکعت پڑھ کر تشہد اور درود [illegible] کے بعد قعدہ میں سلام [illegible] کر کھڑا ہو اور [illegible] تیسری رکعت ادا کرے۔

۳۔ دو رکعتوں کے بعد قعدہ نہ کرے یہ صورت جائز نہیں۔ جان بوجھ کر کرے تو [illegible] ہو گی۔ بھول کر کرے تو سجدہ [illegible] ہوگا۔ تاہم دوسری صورت [illegible] اور حضرت مسیح موعودؑ کے طرز عمل [illegible] ہونیکی وجہ سے افضل ہے۔

سوال:۔ کیا نماز تراویح میں قاری کے پیچھے قرآن رکھ کر قاری کی تصحیح کی جا سکتی ہے؟

جواب:۔ یہ امر معیوب ہے تاہم با مر مجبوری جائز ہے۔ اس کا جواز صحیح بخاری سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ امام بخاری لکھتے ہیں:۔

"وکانت عائشۃ یؤمھا ذکوان من المصحف"

شارح بخاری علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ایسا کرنا بعض علماء کے نزدیک فاسد صلوٰۃ ہے لیکن امام محمدؒ کے نزدیک یہ جائز ہے۔ اس کے مکروہ اور معیوب ہونے کا سبب نماز میں حرکت کثیرہ و کبیرہ کے علاوہ اہل کتاب سے تشبہ بھی ہے۔ نیز حفظ قرآن کی ترغیب میں حارج ہے۔

سوال:۔ ھُوَ کی ضمیر واحد غائب کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ یہی ضمیر خدا کے لئے کیونکر استعمال ہوتی ہے۔ جو ہر جگہ [illegible] ہے۔

جواب: [illegible] کے لئے [illegible] ہوتی [illegible] کے لئے ہیں کے متعلق

متکلم مخاطب سے بات کر رہا ہے۔ خواہ وہ سامنے موجود ہو یا غائب

سوال:۔ کہتے ہیں پولوس نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی تعلیم میں تبدیلی کی تھی۔ کیا اسے اس کی سزا ملی؟

جواب:۔ موجود انجیل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پولوس نے واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم میں تبدیلی کی تھی لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس قسم کے جرم پر کسی کو دنیا میں سزا ملے۔ ویسے اُسے آجتک دنیا کے طعن وتشنیع اور لعنت وملامت کی صورت میں ایک طرح سے سزا مل رہی ہے۔

سوال:۔ داڑھی سے متعلق اسلامی تعلیم کیا ہے؟

جواب:۔ ارشاد نبوی ہے قُصُّوا الشوارب واعفوا اللُحٰی۔ مونچھیں ترشوایا کرو اور داڑھی بڑھایا کرو۔ اس سے یہ استدلال ہوتا ہے کہ داڑھی مونچھوں سے بڑی ہونی چاہیئے۔ باقی ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ "خذوا زینتکم" یعنی اپنی زینت کے سامان اختیار کرو۔ سو جس قسم کی داڑھی کسی شخص کو اس کی عمر اور جسم کے مطابق زیب دے وہ رکھے۔ یہ ضروری نہیں کہ داڑھی بہت بڑی اور لمبی ہی ہو۔ داڑھی کے چھوٹے ہونے سے اس کے تقدس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

داڑھی کے بارہ میں متشددانہ رویہ

درست نہیں ہے۔ کیونکہ اصل چیز اسلامی اخلاق۔ لباس ۔ تقویٰ اور مؤمنانہ کردار ہے اور توجہ اس امر کی طرف دلانی چاہیئے جس سے اس کے دل میں اللہ اور رسول کی محبت بڑھے اور وہ خود بخود اس کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کرے۔

سوال ۔ اگر کسی ایسی جگہ کوئی فوت ہو جائے جہاں صرف عورتیں ہی موجود ہوں تو کیا عورتیں جنازہ پڑھ سکتی ہیں یا نہیں ؟

جواب :۔ پڑھ سکتی ہیں ۔ لیکن غسل مع لباس دینا ہوگا ؛

اخبارِ مجالس

ــــ مورخہ ۲۲ ستمبر بروز جمعہ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کے زیر اہتمام مجلس خدام الاحمدیہ ہڈیارہ میں ایک تربیتی اجلاس ہوا۔ جس میں عبد المالک صاحب نائب قائد ضلع نے لندن کانفرنس کے چشم دید حالات سنائے۔ یہ اجلاس کم و بیش دو گھنٹے تک جاری رہا۔

ــــ مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ ۔

۱۔ امسال مجلس مقامی کے زیر انتظام ربوہ کے خدام موسم گرما کے دوران ۸۱ دن تک ہر روز صبح ۱۰ بجے سے ۵ بجے سہ پہر تک اڈہ لاریاں پر مسافروں کو ٹھنڈا پانی پلانے کی سعید خدمت سرانجام دیتے رہے۔ اعداد و شمار کے مطابق ۱۰۶۸ خدام نے ۰۰۰,۸۰,۰۱ مسافروں کو مفت ٹھنڈا پانی پلایا۔

۲۔ مجلس مقامی کے سائیکل سروے پروگرام کے تحت ۲۶ تا ۲۴ ستمبر ۱۹۷۸ء ۲۱۵ خدام نے ۰۰۰,۳۰ میل کا سائیکل سروے کیا۔

۳۔ گذشتہ ماہ مجلس مقامی کے ۱۰۸۵ خدام نے اوسطاً ۶ گھنٹے فی خادم وقار عمل کیا جس میں ۳۲۵ سینکڑے مٹی ڈال کر مجموعی طور پر ایک اچھی سڑک کی تیاری۔ ۲۰۰۰ پودوں کا لگانا اور راستوں کی صفائی کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ مجلس مقامی کو مزید خدمت کی توفیق عطا فرمائے ...

[illegible]

تزکیہ نفس کا بہترین ذریعہ — ہمارا سالانہ اجتماع

(جناب محمد انوار الحق - گنج مغلپورہ - لاہور)

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے خدام الاحمدیہ کے بابرکت سالانہ اجتماع کی آمد آمد ہے۔ امسال ہمارا یہ اجتماع انشاء اللہ العزیز ۲۰-۲۱-۲۲ اکتوبر ۱۹۷۸ء مرکزِ احمدیت "ربوہ" میں منعقد ہوگا۔ یہ اجتماع اپنے اندر بہت برکات اور فوائد رکھتا ہے۔ تین دن پاکیزہ ماحول میں رہ کر اور وعظ و نصیحت سنکر انسان کو اصلاح نفس کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک موقعہ پر فرمایا۔ کہ

"یہ ایک حقیقت ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ اجتماع نفس کی اصلاح کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اور بہترین سبق ہے اس لئے احمدی نوجوانوں کو اس طرف پوری توجہ دینی چاہیئے۔"

نیز حضور نے فرمایا:- "ہر جماعت کا کم از کم ایک نمائندہ خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع میں ضرور شامل ہونا چاہیئے۔ اجتماع میں ہماری پوری کی پوری جماعت کی نمائندگی ہونی چاہیئے۔" (ایضاً)

ہمارا یہ سہ روزہ اجتماع جس میں ملک کے مختلف حصوں سے خدام بھائی مرکز میں جمع ہو کر ایک پروگرام کے مطابق ذکرِ الٰہی اور عبادات بجا لاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے پاک رسول اور آپ کے فرزند جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاکیزہ ارشادات کا تذکرہ کرتے اور سنتے ہیں۔ جو ہمارے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب ہوتے ہیں۔

اس بابرکت اجتماع میں خدام کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات سننے نیز حضور کی زیارت کرنے کا موقع میسر آتا ہے۔ قرآن کریم، احادیث نبویہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درس۔ ذکر حبیب، صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ اور بزرگان سلسلہ کی تقاریر اور تنظیمی مرکزیہ کی ضروری ہدایات سننے کا موقع ملتا ہے۔ الغرض یہ سارا ماحول بہت ہی بابرکت ہوتا ہے۔ تمام خدام پروگرام کے مطابق پنجوقتہ نماز باجماعت کے علاوہ نماز تہجد بھی ادا کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ ۵ اے خدا! اسلام جلد از جلد ساری دنیا میں پھیل جائے ۵ تیری بادشاہت جو آسمان پر ہے زمین پر بھی قائم ہو اور لوگ تجھے پہچان جائیں ۵ اے خدا اس دنیا کو جنت کا نمونہ بنا دے اور ہر شخص امن و سکون کی زندگی بسر کرے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے اس بابرکت اجتماع میں شامل ہوں اور اس کی روحانی برکات سے کما حقہٗ فائدہ اٹھائیں۔ خدا تعالیٰ اس اجتماع کو ہر رنگ میں کامیاب کرے اور اس میں شامل ہونے والے کو اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ (آمین اللّٰھم آمین)

اضلاع	نام مجالس
۱۰- ملتان	لودھراں
۱۱- وہاڑی	گگو منڈی - وہاڑی شہر
۱۲- ساہیوال	قبولہ - منڈی ہیرا سنگھ - میرک - ٦٢/۴-R
۱۳- بہاولپور	۱۹۲ مراد - اوچ شریف -
۱۴- بہاولنگر	۳۷۷/H.R - ۲٦۸/H.R
۱۵- رحیم یار خاں	۷۸/٦.R فیروزہ - ۲۱۱/P - بستی بابا اللہ بخش -
۱٦- سکھر	شکارپور
۱۷- خیرپور	گوٹھ ننھے خاں - کروندی - گوٹھ علی محمد - گوٹھ فتح دین - جالپور - گوٹھ محمد صادق گوٹھ مولوی عبد السلام عمر -
۱۸- نوابشاہ	باندھی - قمر آباد - مورو - دوڑ - رحمٰن آباد - محراب پور - بھریا روڈ - گوٹھ عطا محمد
۱۹- حیدر آباد	گوٹھ سلطان احمد - نواز آباد فارم - نواں کوٹ احمدیاں - گوٹھ گوندل کوٹڑی - گوٹھ بٹھہ نذیر احمد - آصف آباد - ٹنڈو محمد خاں - ٹنڈو جام
۲۰- بدین	کوٹ احمدیاں - گوٹھ باغدین -
۲۱- سانگھڑ	گوٹھ فتح پور - گوٹھ عبد الغنی -
۲۲- تھرپارکر	نور نگر اسٹیٹ
۲۳- کراچی	مارٹن روڈ - ملیر - کورنگی لانڈھی - سوسائٹی -

آپ کے راھنما
یوسی ایف
سرمایہ کاری کے ماہر
روشن مستقبل کے ضامن
یونائیٹڈ کمرشل فنانس لمیٹڈ
آپ کے سرمائے کے محافظ

Monthly

Rabwah
October 1978

Regd. No. L5830 Editor : HAFIZ MUZAFFAR AHMAD

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا